۷۹۲۲
۱۲۲۲۸۹

پندرہ روزہ

تعمیرِ حیات

لکھنؤ

مجلس صحافت و نشریات دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جلد نمبر ۳۴ | ۲۵ اگست ۱۹۹۷ء - مطابق - ۲۲ ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ | شمارہ نمبر ۲۰

زیر نگرانی :-
مولانا قاضی معین اللہ صاحب ندوی (نائب ناظم ندوۃ العلماء)
مولانا ڈاکٹر عبداللہ عباس صاحب ندوی (معتمد تعلیمات دارالعلوم ندوۃ العلماء)
مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی (مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء)
پروفیسر وصی احمد صدیقی صاحب (معتمد مالیات ندوۃ العلماء)

مدیر مسئول :
شمس الحق ندوی

مجلس ادارت :
مولانا نذر الحفیظ ندوی، مولانا محمد خالد ندوی
مولانا جلال اللہ حسنی ندوی، ڈاکٹر راون رشید صدیقی

اِس دائرہ میں اگر سُرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے، لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین و ادب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ سو روپے بذریعہ منی آرڈر دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں۔

خط و کتابت کا پتہ

مینجر تعمیرِ حیات پوسٹ بکس ۹۳ ندوۃ العلماء لکھنؤ 226007 یوپی

ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت و نشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ کریں

اعانت

سالانہ ——— ۱۰۰ روپے
فی شمارہ ——— پانچ روپے

بیرونی ممالک فضائی ڈاک :-
ایشیائی، یورپی، افریقی و امریکی ممالک
——— ۲۵ ڈالر

بیرونی ممالک بحری ڈاک :-
بحری ڈاک جملہ ——— ۱۰ ڈالر

گذارش

خط و کتابت اور منی آرڈر کرتے وقت کوپن (پیغام سلپ) پر خریداری نمبر کیساتھ مکمل نام و پتہ ضرور لکھیں، خریداری نمبر ہر پتہ کی سلپ پر لکھا رہتا ہے اگر آپ جدید خریدار ہیں تو اس کی صراحت ضرور کریں اس سے دفتری کارروائی میں آسانی اور جلدی ہوتی ہے۔ ——— مینجر

پرنٹر و پبلشر شاہد حسین نے پاریکھ آفسٹ میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت و نشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا

حامد

Regd No. LW/NP56
Fax No.: (0522)330020

FORTNIGHTLY

Principal off : 372336
Guest House : 323864

TAMEER-E-HAYAT

NADWATUL-ULAMA, LUCKNOW-226 007 (India)

Rs·5/-

آپ کی خدمت میں جدید و دلکش
سونے چاندی کے زیورات کیلئے
ہمارا نیا شوروم
گہنہ پیلس
حاجی عبدالرؤف خاں، حاجی محمد فہیم خاں محمد معروف خاں
ایک مینارہ مسجد کے سامنے اکبری گیٹ چوک لکھنؤ
فون نمبر ۲۶۰۴۳۳

لکھنؤ کے قدیم مشہور و معروف صندل سے تیار کردہ خوشبودار عطریات، عمدہ و اعلیٰ قسم کے روغنیات و عرق کیوڑہ، عرق گلاب
— و دیگر عطریات کی —
ایک قابل اعتماد دوکان۔ ایک مرتبہ تشریف لاکر خدمت کا موقع دیں
SHOP. 241176
RES. 268898
خط و کتابت کا پتہ
اظہار احمد اینڈ سنس پرفیومرس، چوک لکھنؤ

چشمہ ساگر
جاپانی کمپیوٹر کے ذریعہ آنکھوں کی جانچ ہوتی ہے۔
AUTO REFRCCTO METER AR-860
نوٹو فریم، کوٹیڈ لینس، بائی انڈیکس ریزی لینس، فینسی بارڈر، دھوپ کے چشموں کا خاص مقام۔
— ایک بار خدمت کا موقع دیں —
آپٹیشین۔ اے۔ رحمٰن (علیگ)
شنکر جی کی مورتی کے نزدیک معتبر گنج۔ اعظم گڑھ

منو کے نورانی تیل کی خاص پہچان
لیبل پر لائسنس نمبر U-18/77 اور کیپ کے اوپر MAU CITY دیکھ کر خریدیں
نورانی تیل
درد، زخم، چوٹ کٹنے جلنے کی مشہور دوا
انڈین کیمیکل کمپنی، مئوناتھ بھنجن (یوپی)

تعمیر حیات میں اشتہار دیکر اپنی تجارت کو فروغ دیں

اس شمارے میں

۱	درس حدیث	مولانا ڈاکٹر محمد لقمان اعظمی ندوی	۲
۲	آزادی کے پچاس سال (اداریہ)	مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	۵
۳	ختم نبوت، انعام خداوندی	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی	۷
۴	ایک قدیم ترین ندوی	مولانا محبوب الرحمٰن ازہری	۱۱
۵	اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ	مولانا برہان الدین سنبھلی	۱۴
۶	عیسائی خاتون کا قبول اسلام	مسعود حسن حسنی	۱۶
۷	یہ کیسا حج تھا؟	ماخوذ	۱۸
۸	شہادتِ شہادت کی تاریخیں	ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی	۱۹
۹	اقبال کا عرفان نفس	محمد عاصم عثمانی	۲۰
۱۰	آنے دیکھے منزل	ماخوذ	۲۲
۱۱	شریعت اسلامی کی تائید	(رپورٹ)	۲۳
۱۲	ایمان اور عمل صالح	محمد راشد اعظمی	۲۴
۱۳	سوال و جواب	محمد طارق ندوی	۲۵
۱۴	مطالعہ کی میز پر	محمد شاہد بارہ بنکوی	۲۶
۱۵	مدرسۃ چشمۂ فیض کا اجلاس	مولانا محمد خالد ندوی غازیپوری	۲۷
۱۶	عالمی خبریں	معید اشرف ندوی	۲۸

شرائط ایجنسی

۱۔ پانچ کاپی سے کم کی ایجنسی جاری نہیں کی جاتی۔
۲۔ فی کاپی ۱۰/- روپے کے حساب سے زرضمانت پیشگی روانہ کرنا ضروری ہے۔
۳۔ کمیشن جوابی خط سے معلوم کریں۔

نرخ اشتہار

۱۔ تعمیر حیات کالمی فی سینٹی میٹر R.20/-
۲۔ کمیشن تعداد اشاعت کے مطابق ہوگا جو آرڈر دینے پر متعین ہوگا۔
۳۔ اشتہار کی نصف رقم پیشگی جمع کرنا ضروری ہے۔

بیرون ملک نمائندے

مدینہ منورہ
Mr. TARIQUE HASAN ASKARI Sb.
P.O.Box No. 842
MADINA MUNAWWARAH -(K.S.A.)

برطانیہ
Mr. M. AKRAM NADWI
O.c.i.S.
St. CROSS COLLEGE
Oxford OX1 3UJ - U.K.

ساؤتھ افریقہ
Mr. M. YAHYA SALLO NADVI Sb.
P.O.Box No. 388
Vereniging
(S.AFRICA)

قطر
Mr. ABDUL HAI NADVI Sb.
P.O.Box No. 10894
DOHA - QATAR

دبئی
Mr. QARI ABDUL HAMEED NADVI Sb.
P.O.Box No. 12525
DUBAI -(U.A.E.)

پاکستان
Mr. ATAULLAH Sb.
Sector A-50, Near Sau Quater
H. No. 109 Town Ship Kaurangi
KARACHI-31 (Pakistan)

امریکہ
Dr. A. M. Siddiqui Sb.
98- Conklin Ave
Woodmere
New York 11598 -(U.S.A.)

اداریہ

(مولانا) سید محمد رابع حسنی ندوی

آزادی کے پچاس سال

ہندوستان نے اس ماہ اگست کی ۱۵ تاریخ کو اپنی آزادی کی پچاسویں سالگرہ منائی، یہ سالگرہ مسرت کی سال گرہ ہے اور آگے کا راستہ دکھانے کا ذریعہ ہے، دوسری طرف اپنے ماضی پر نظر ڈالنے کا موقع ہے، ہندوستان نے یہ پچاس سال کس طرح گذارے ہیں، کیا آزادی کی قدر کرتے ہوئے اور اس کی حفاظت و ترقی کے لئے کوشش کرتے ہوئے یا سنجیدہ اور ٹھوس کام سے غفلت برتتے ہوئے اور آپس کی کشمکش میں اور آزادی کا محض لطف لینے میں گذارے۔

کسی ملک یا قوم کی آزادی کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ باہری طاقت نے ہمارے ملک و قوم کو اب تک اپنی ذاتی جائداد سمجھ رکھا تھا جس میں اس ملک کے باشندوں کی مصلحت اور راحت کے بجائے خود اپنی مصلحت و فائدہ کو مقصود بنا لیا تھا، اس کا قبضہ اور زور دستی ختم ہوئی، اور اب ملک میں اس کے اصل باشندوں کے حقوق اور ملک کے صحیح مفادات اور ملک کی ترقی و کامیابی کی صورتیں پیش نظر رکھی جاسکیں گی اور ملک کو ترقی دے کر دنیا کے باعزت ملکوں کے درمیان اس کو اس کا جائز مقام دلایا جائے گا۔

یہ ملک دنیا کے زرخیز اور انسانی دولت سے مالا مال ملکوں میں سرفہرست شمار کیا گیا ہے، ۱۴ لاکھ مربع میل کا علاقہ، جو دریاؤں، زرخیز زمینوں، اور مختلف قسم کی معدنیات سے بھرا ہوا ہے، نیز اس کی آبادی کا اوسط بھی اسی کے شایان شان ہے اور اس آبادی میں متنوع نسلوں، مختلف مذہبوں، اور تہذیبوں اور ممتاز صلاحیتوں کے افراد ہیں جو ملک کو ہر طرح کی ترقی سے آراستہ اور مضبوط بنا سکتے ہیں۔

اس ملک کو آزادی ملنے پر تیز قدموں سے آگے بڑھنا چاہئے تھا اور جلدی ترقی یافتہ اور طاقت ور ملکوں کی پہلی صف میں آجانا چاہئے تھا، لیکن کسی بھی جد و جہد اور ترقی کے لئے کام کرنے والوں کو پہلا کام اپنی صفوں کو درست کرنے اور اپنی ذاتی مصلحتوں اور سستے جذبات سے بلند ہو کر ملک کی مصلحت اور اس میں بسنے والوں کے مشترکہ مقصد کے لئے کام کرنے کی ضرورت ہوتی ہے، اس ملک میں اس سلسلے کی کوشش شروع ہوئی، اس کی وجہ سے ملک کی پیداوار بڑھی، صنعتی میدان میں ملک ابھرا اور معیار زندگی بلند ہوا اور اس میں دیہاتی آبادی کو بھی کسی قدر حصہ ملا، لیکن اس کے ساتھ ساتھ آمدنی اور صرف کا توازن صحیح نہ ہونے کی وجہ سے ملک کو مسلسل قرض لینا پڑا، اس قرض نے بتدریج آمد و صرف کے توازن کو بگاڑ دیا، آزادی ملنے پر ملک سیاسی غلامی سے تو نکل آیا تھا لیکن اقتصادی لحاظ سے ایک طرح سے غلامی میں چلا گیا، اقتصادی غلامی سیاسی غلامی سے کم خراب نہیں ہوتی، سیاسی غلامی میں مضبوط سامراجی طاقت قابض اور متصرف ہو جاتی ہے لیکن اقتصادی غلامی میں ملک کو قرض دینے والے کے سامنے گردن جھکائے ہوئے غلاموں کی طرح کھڑا رہنا پڑتا ہے اور اپنی مرضی سے دستبردار ہو کر قرض یا بھیک دینے والے کے مشوروں اور ہدایتوں کا پابند ہونا پڑتا ہے اس حیثیت سے ہندوستان کی آزادی کے ان ۵۰ سالوں پر ہم نظر ڈالتے ہیں تو مایوسی کی صورت سامنے آتی ہے ہمارا یہ ملک جب باہری طاقت کے شکنجے سے آزاد ہوا تو یہاں کے بسنے والوں میں ہمت تھی، حوصلہ تھا اور وہ دنیا کی دیگر قوموں

پیامِ انسانیت

دلوں سے بغض و حسد مٹائیں پیامِ انسانیت یہی ہے
یہ ہندو مسلم یہ سکھ عیسائی ہیں سب ہی آپس میں بھائی بھائی
فسیلِ انسان بھیڑیا ہیں جو ہر دم آمادۂ جفا ہیں
سمائی ذہنوں میں دہریت اب رہا نہ کوئی کسی کا مذہب
رہی نہ تعلیم میں ہدایت ہے پھیلی تاریکیٔ جہالت
غریب و مفلس وطن کے باسی ہے روح جن کی شدید پیاسی
جو آدمی پر گندر رہی ہے کسی کو اس کی خبر نہیں ہے
مٹا کے دل سے کدورتوں کو بھریں دلوں میں مسرتوں کو
یہ خاص تحریک بوالحسن ہے ہدایتوں کا یہ اک چمن ہے

وصف الرحمٰن واصفے نظامی

ہر اک کو بڑھ کر گلے لگائیں پیامِ انسانیت یہی ہے
دلوں سے نقشِ دوئی مٹائیں پیامِ انسانیت یہی ہے
انھیں وفا کا سبق پڑھائیں پیامِ انسانیت یہی ہے
جو راہ سیدھی ہے وہ دکھائیں پیامِ انسانیت یہی ہے
علومِ دیں کے دیئے جلائیں پیامِ انسانیت یہی ہے
ہم ان کو راحت کی مے پلائیں پیامِ انسانیت یہی ہے
وہ اہلِ فکر و نظر بتائیں پیامِ انسانیت یہی ہے
خلوص کی مشعلیں جلائیں پیامِ انسانیت یہی ہے
روشن روشن اس کی ہم سجائیں پیامِ انسانیت یہی ہے

اداسیاں دور ہوں گی واصفؔ یہ آرہی ہے صدائے ہاتف
کہ مل کے ہم سب قدم بڑھائیں پیامِ انسانیت یہی ہے

کے درمیان اپنے لئے ایک بلند مقام بنانے کی فکر میں تھے لیکن اس کے لئے جس یک جہتی، آپسی تعاون، باہمی دلچسپی کی ضرورت تھی، اس کے لئے ملک کی اکثریت تیار نہ ہوسکی، فرقہ وارانہ کشمکش بلکہ خونی ٹکراؤ کی فضا یہاں سامراجی طاقت کے منصوبہ آزادی نے پہلے سے ہی بنادی تھی، جو سامراجی دباؤ ختم ہوجانے کے بعد بھی قائم رہی اور ملک کی آبادی کے اکثریتی فرقہ کے طالع آزما لیڈروں نے اس بات کی کوشش کی کہ رنگا رنگ تہذیب و روایات رکھنے والے اس ملک کو وہ اپنی خواہشات کے دائرہ میں رکھیں اور ملک کو تہذیبی اور تصوراتی لحاظ سے کئی ہزار سال پیچھے زبردستی لے جانے کی کوشش کریں اور اس میں رہنے اور اس کے فائدوں سے مستفید ہونے کے حقوق ایک خاص فرقہ اور ایک خاص نسل کے ساتھ مخصوص کردیں، وہ یہ نہ سمجھ سکے کہ اس مختلف تہذیبوں اور مذہبوں والے ملک میں یہ کوشش ملک کو آگے لے جائے گی یا پیچھے ڈھکیل دے گی، جس کے نتیجے میں یا تو غیر اعلان شدہ غلامی کا دور آجائے گا اور یا ایک عام نراج پھیل جائے گا۔

دوسری بات جس کو سمجھنے میں ان با اثر لیڈروں سے کوتاہی ہوئی وہ یہ تھی کہ کسی بھی اعلیٰ مقصد کے حصول کے لئے مخلصانہ اور بے غرضی کے ساتھ کوشش کی ضرورت پڑتی ہے، اس کے لئے آپس کی رواداری اور انفرادی مفادات سے بلند ہونے کی ہمت کی ضرورت ہوتی ہے لیکن افسوس ہے کہ اس کی فکر اس ملک کے شروع کے قائدین کو چھوڑ کر بعد کے قائدین نے بالکل نہیں کی نتیجہ ایک طرف لسانی اور علاقائی جھگڑے شروع ہوئے دوسری طرف مذہبی ٹکراؤ سے میدان کارزار بن گئے۔ ملک کا جو تہذیبی تنوع تھا اس کو زبردستی ختم کرنے کی کوشش کی جانے لگی، اور اس سلسلہ میں زبردستی کا جو طریقہ اختیار کیا گیا اس نے اس ملک کی آبادی میں آپسی رنجش اور ناراضی کی فضا عام کردی۔ تیسری طرف اکثر لوگ خود غرضی کے ساتھ ملک کی دولت سے انفرادی سطح پر زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی کوشش میں لگ گئے چنانچہ جائز و ناجائز آمدنی کا فرق ذہنوں سے نکل گیا، اور جب اس مرض کے روک تھام کی کوشش بھی نہیں کی گئی تو ملک کی اکثر آبادی بتدریج جائز و ناجائز کے احساس سے ہی محروم ہوگئی، اس صورتِ حال نے حق تلفیوں، ظلم حتیٰ کہ مار دھاڑ اور بدامنی کو عام کردیا،

آزادی کے بعد کے پچاس سال کی بڑی مدت ذاتی مفادات کی فکر تنگ نظری اور فرقہ وارانہ عصبیت کے حالات سے گذری۔

اس کے اثر سے ملک کی صورت حال تو ٹوٹ پھوٹ سے گذرتے ہوئے اور غیر محفوظ علاقہ کی جیسی ہوگئی جس کو دیکھ کر اب ہر پڑھا لکھا شخص صورت حال کی سنگینی کو محسوس کرتے ہوئے مستقبل کے متعلق اتنے بڑے خدشات کا اظہار کررہا ہے۔

لیکن ملک کے حالات کی لگام ابھی ملک کے باشندوں کے ہاتھوں سے نہیں نکلی ہے اب بھی اگر ملک کی سیاسی اور سماجی قیادتیں مخلصانہ اور بے غرضانہ جدوجہد کو اختیار کریں تو ملک کو ترقی اور بہتری کی راہ پر واپس لاسکتے ہیں اور ایسے اچھے اور کارآمد ملک کو ترقی اور کامیابی کی راہ پر لانا ہر سمجھ دار شہری کا فرض ہے۔

ختمِ نبوت انعامِ خداوندی
اور
اُمتِ اسلامیہ کا امتیاز ہے

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین خاتم النبیین محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔

ختمِ نبوت انعامِ خداوندی اور امتِ اسلامیہ کا امتیاز ہے

یہ عقیدہ کہ دین مکمل ہوچکا ہے اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خدا کے آخری پیغمبر اور خاتم النبیین ہیں، اور یہ کہ اسلام خدا کا آخری پیغام اور زندگی کا مکمل نظام ہے، ایک انعامِ خداوندی اور موہبتِ الٰہی ہے، جس کو خدا نے اس اُمت کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔

اس سلسلہ میں ایک واضح اور صریح اعلان قرآن مجید کی حسب ذیل آیت ہے، مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ[1] محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں البتہ اللہ کے رسول ہیں اور (سب) نبیوں کے ختم پر ہیں۔"

خاتم اور خاتم دونوں کے معنی لغت میں آخر کے ہیں
خاتمهم وخاتمهم ای آخرهم (لسان العرب)
خاتم النبیین ای آخرهم (تاج العروس فی شرح القاموس)
خاتم النبیین وخاتم النبیین لانه ختم النبوة ای تممها بمجیئه (مفردات راغب اصفہانی)
هو الذی ختم النبوة بمجیئه (تاج العروس)
خاتم النبیین ای آخر الانبیاء (کشاف)
والمعنی انه لا نبیّ أحدٌ بعده (بحر)
خاتم النبیین بفتح التاء ای آخرهم (معالم التنزیل)
هذه الآیة نصٌّ فی أنّه لا نبیّ بعده وبذلک وردت الأحادیث المتواترة عن رسول اللہ عن جماعة من الصحابة (تفسیر ابن کثیر)

ختم نبوت یعنی ذاتِ محمدی پر ہر قسم کی نبوت کا ختم ہوجانا امت کا اجماعی عقیدہ ہے، اور جو اجرائے نبوت کا اب بھی قائل ہے، اہل تحقیق نے تصریح کردی ہے کہ اجماعِ امت سے زندیق بلکہ مرتد ہے[2]

لفظ خاتم میں دو قرأتیں ہیں، امام حسن اور عاصم کی قرأت خاتم بفتح التاء ہے اور دوسرے ائمہ قرأت خاتم بکسر التاء پڑھتے ہیں بہرحال معنی دونوں کا ایک ہی ہے، یعنی انبیاء کو ختم کرنے والے، کیونکہ خاتم خواہ بکسر التاء ہو یا بفتح التاء دونوں کے معنی آخر کے ہی آتے ہیں اور مُہر کے معنی میں بھی یہ دونوں لفظ استعمال ہوتے ہیں، اور نتیجہ دوسرے معنی کا بھی وہی آخر کے معنی ہوتے ہیں کیونکہ کسی چیز پر بند کرنے کے لیے آخر ہی میں کی جاتی ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا اور آپؐ کا آخری پیغمبر ہونا، آپؐ کے بعد کسی نبی کا دنیا میں مبعوث نہ ہونا اور ہر مدعی نبوت کا کافر و کاذب ہونا ایسا مسئلہ ہے جس پر صحابہ کرامؓ سے لیکر آج تک ہر دور کے مسلمانوں کا اجماع و اتفاق رہا ہے[3]

ایک یہودی عالم نے حضرت عمرؓ کے سامنے اس پر بڑے رشک اور حسرت کا اظہار کیا اور کہا کہ قرآن کی ایک آیت ہے جس کو آپ لوگ پڑھتے رہتے ہیں، اگر وہ ہم یہودیوں کی کتاب میں نازل ہوئی ہوتی اور ہم سے متعلق ہوتی تو ہم اس دن کو جس میں یہ آیت نازل ہوئی ہے، اپنا قومی تہوار اور یوم جشن بنا لیتے اس کی مراد سورۂ مائدہ کی اس آیت،

اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا[4]

آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کردیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کردی اور تمہارے لیے دین صرف اسلام کو منظور فرمالیا ہے

---

[1] تفسیر ماجدی از مولانا عبدالماجد صاحب دریابادیؒ، مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ، لاہور، کراچی۔

[2] سورۂ احزاب۔ آیت ۴۰

[3] مستفاد از مسارات القرآن مجلد ختم از مولانا محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ مطبوعہ ربانی بکڈپو، دہلی۔ [4] سورۃ المائدہ ۔ ۳

سے تھی جس میں ختم نبوت اور تکمیل نعمت کا اعلان کیا گیا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس نعمت کی جلالت و عظمت اور اس اعلان کی اہمیت سے انکار نہیں کیا، صرف اتنا فرمایا کہ ہمیں کسی نئے یوم مسرت اور تہوار کی ضرورت نہیں یہ آیت خود ایسے موقع پر نازل ہوئی ہے جو اسلام میں ایک عظیم الشان اجتماع اور عبادت کا دن ہے اس موقع پر دو عیدیں جمع تھیں، یوم عرفہ (۹ ذی الحجہ) اور روز جمعہ[1]

ذہنی انتشار سے حفاظت

اس عقیدہ نے اسلام کو انتشار پیدا کرنے والی اور ملت کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے والی ان تحریکات اور دعوتوں کا شکار ہونے سے بچایا جو تاریخ اسلام کی طویل مدت اور عالم اسلام کے وسیع ترین رقبہ میں وقتاً فوقتاً سر اٹھاتی رہی ہیں اسی عقیدہ کا فیض تھا کہ اسلام ان مدعیان نبوت اور محرفین دین کا بازیچۂ اطفال بننے سے محفوظ رہا۔

جو تاریخ کے مختلف وقفوں اور عالم اسلام کے مختلف گوشوں میں پیدا ہوتے رہے، "ختم نبوت" کے اسی حصار کے اندر یہ ملت ان مدعیوں کی دست برد اور یورش سے محفوظ رہی جو اس ڈھانچہ کو بدل کر ایک نیا ڈھانچہ بنانا چاہتے تھے۔ اور وہ ان تمام سازشوں اور خطرناک حملوں کا مقابلہ کر سکی جن سے کسی پیغمبر کی امت اس سے پہلے محفوظ نہیں رہی اور اتنے طویل عرصے تک اس کی دینی اور اعتقادی وحدت اور یکسانی قائم رہی۔ اگر یہ عقیدہ اور یہ حصار نہ ہوتا تو یہ امت واحدہ ایسی صدہا امتوں میں تقسیم ہو جاتی۔ جن میں سے ہر امت کا روحانی مرکز الگ ہوتا، علمی و تہذیبی سرچشمہ الگ ہوتا، ہر ایک کی الگ تاریخ ہوتی، ہر ایک کے الگ اسلاف اور مذہبی پیشوا اور مقتدا ہوتے، ہر ایک کا الگ ماضی ہوتا۔

ختم نبوت کا زندگی اور تمدن پر احسان

عقیدۂ ختم نبوت درحقیقت نوع انسانی کے لیے ایک شرف و امتیاز ہے، وہ اس بات کا اعلان ہے کہ نوع انسانی سن بلوغ کو پہونچ گئی ہے اور اس میں یہ لیاقت پیدا ہو گئی ہے کہ وہ خدا کے آخری پیغام کو قبول کرے، اب انسانی معاشرہ کو کسی نئی وحی، کسی نئے آسمانی پیغام کی ضرورت نہیں۔ اس عقیدہ سے انسان کے اندر خود اعتمادی کی روح پیدا ہوتی ہے، اس کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ دین اپنے نقطۂ عروج کو پہونچ چکا ہے، اور اب دنیا کو اس سے پیچھے جانے کی ضرورت نہیں، اب دنیا کو نئی وحی کے لیے آسمان کی طرف دیکھنے کے بجائے خدا کی پیدا کی ہوئی طاقتوں سے فائدہ اٹھانے اور خدا کے نازل کیے ہوئے دین و اخلاق کے بنیادی اصولوں پر زندگی کی تنظیم کے لیے زمین کی طرف اور اپنی طرف دیکھنے کی ضرورت ہے۔

عقیدۂ ختم نبوت انسان کو پیچھے کی طرف لے جانے کے بجائے آگے کی طرف لے جاتا ہے، وہ انسان کے سامنے اپنی طاقتوں کو صرف کرنے کا جذبہ پیدا کرتا ہے، وہ انسان کو اپنی جد و جہد کا حقیقی میدان اور رخ بتاتا ہے۔ اگر ختم نبوت کا عقیدہ نہ ہو تو انسان ہمیشہ تذبذب و بے اعتمادی کے عالم میں رہے گا، وہ ہمیشہ زمین کی طرف دیکھنے کے بجائے آسمان کی طرف دیکھے گا، وہ ہمیشہ اپنے مستقبل کی طرف سے غیر مطمئن اور متشکک رہے گا۔ اس کو ہر مرتبہ ہر نیا شخص یہ بتلائے گا کہ گلشن انسانیت اور روضۂ آدم ابھی تک نامکمل تھا، اب وہ برگ و بار سے مکمل[1] ہوا ہے، اور وہ یہ سمجھنے پر مجبور ہوگا کہ جب اس وقت تک نامکمل رہا تو آئندہ کی کیا ضمانت ہے؟ اسی طرح وہ بجائے اس کی آبیاری اور اس کے پھلوں اور پھولوں سے متمتع ہونے کے نئے باغبان کا منتظر رہے گا جو اس کو برگ و بار سے مکمل کرے۔

علامہ اقبال نے یہ حکیمانہ و مبصرانہ بات کہی ہے کہ "دین و شریعت کی بقاء تو کتاب و سنت سے ہے لیکن امت کی بقاء ختم نبوت کے عقیدہ سے وابستہ ہے، اور یہ امت جب ہی ایک امت ہے جب تک وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتی ہے، اور یہ عقیدہ رکھتی ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی ہونے والا نہیں[2]۔

---

[1] روایت صحیح بخاری، کتب صحاح و سنن، حدیث کے الفاظ مسند امام احمد بن حنبل کے ہیں، حدیث مذکور حسب ذیل ہے:

جاء رجل من الیهود إلی عمر بن الخطاب رضی الله عنه فقال: یا امیر المومنین انکم تقرؤن آیة فی کتابکم لو علینا معشر الیهود نزلت لاتخذنا، ذلك الیوم عیداً، قال: وای آیة؟ فقال قوله: "الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی" فقال عمر رضی الله تعالی عنه، والله انی لأعلم الیوم الذی نزلت علی رسول الله صلی الله علیه وسلم والساعة التی نزلت فیها علی رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم عشیة عرفة یوم جمعة۔

[1] ملاحظہ ہو مرزا صاحب کا شعر ؎

روضۂ آدم کہ تھا وہ نامکمل اب تلک
میرے آنے سے ہوا کامل بجملہ برگ و بار

[2] علامہ محمد اقبال کا مقالہ بجواب مضمون پنڈت جواہر لال نہرو، ملاحظہ ہو۔ ISLAM AND AHMADISM

قادیانیت کی جسارت اور جدت

اسلام کے خلاف وقتاً فوقتاً جو تحریکیں اٹھیں ان میں قادیانیت کو خاص امتیاز حاصل ہے، وہ تحریکیں یا تو اسلام کے نظام حکومت کے خلاف تھیں یا شریعت اسلامی کے خلاف لیکن قادیانیت درحقیقت نبوت محمدی کے خلاف ایک سازش ہے، وہ اسلام کی ابدیت اور امت کی وحدت کو چیلنج ہے اس نے ختم نبوت سے انکار کر کے اس سرحدی خط کو بھی عبور کر لیا جو اس امت کو دوسری امتوں سے ممتاز و منفصل کرتا ہے، اور جو کسی مملکت کے حدود کو حاجز اور حد فاصل بنانے کے لیے قائم کیا جاتا ہے۔

ڈاکٹر سر محمد اقبال نے اپنے ایک انگریزی مضمون میں جو ہندوستان کے مشہور اخبار اسٹیٹس مین (STATESMAN) میں شائع ہوا تھا، بڑی خوبی سے قادیانیت کی اس جسارت اور جدت کو واضح کیا ہے، وہ فرماتے ہیں۔

"اسلام لازماً ایک دینی جماعت ہے، جس کے حدود مقرر ہیں، یعنی وحدت الوہیت پر ایمان، انبیاء پر ایمان اور رسول کریم کی ختم رسالت پر ایمان، دراصل یہ آخری یقین ہی وہ حقیقت ہے جو مسلم اور غیر مسلم کے درمیان وجہ امتیاز ہے، اور اس امر کے لیے فیصلہ کن ہے کہ فرد یا گروہ ملت اسلامیہ میں شامل ہے یا نہیں؟ مثلاً برہمو سماج والے خدا پر یقین رکھتے ہیں، اور رسول کریم کو خدا کا پیغمبر مانتے ہیں لیکن انھیں ملت اسلامیہ میں شمار نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ قادیانیوں کی طرح وہ انبیاء کے ذریعہ وحی کے تسلسل پر ایمان رکھتے ہیں، اور رسول کریم کی ختم نبوت کو نہیں مانتے، جہاں تک مجھے معلوم ہے کوئی اسلامی فرقہ اس حد فاصل کو عبور کرنے کی جسارت نہیں کر سکا، ایران میں بہائیوں نے ختم نبوت کے اصول کو صریحاً جھٹلایا، لیکن ساتھ ہی انھوں نے یہ بھی تسلیم کیا کہ وہ الگ جماعت ہے اور مسلمانوں میں شامل نہیں ہے، ہمارا ایمان ہے کہ اسلام بحیثیت دین کے خدا کی طرف سے ظاہر ہوا لیکن اسلام بحیثیت سوسائٹی یا ملت کے رسول کریم کی شخصیت کا مرہون منت ہے، میری رائے میں قادیانیوں کے سامنے صرف دو راہیں ہیں، یا وہ بہائیوں کی تقلید کریں، یا ختم نبوت کی تاویلوں کو چھوڑ کر اس اصول کو پورے مفہوم کے ساتھ قبول کر لیں انکی جدید تاویلیں محض اس غرض سے ہیں کہ ان کا شمار حلقۂ اسلام میں ہو کہ انھیں سیاسی فوائد پہونچ سکیں[1]

• • • • • • • • • • •

یہ دین چونکہ آخری عالمگیر دین ہے اور یہ امت آخری اور عالمگیر امت ہے، اس لیے یہ بالکل قدرتی بات ہے کہ دنیا کے مختلف انسانوں اور مختلف زمانوں سے اس امت کا واسطہ رہے گا، اور ایسی کشمکش کا اس کو مقابلہ کرنا ہوگا جو کسی دوسری امت کو دنیا کی تاریخ میں پیش نہیں آئی، اس امت کو جو زمانہ دیا گیا ہے وہ سب سے زیادہ پر از تغیرات اور پر از انقلابات ہے اور اس کے حالات میں جتنا تنوع ہے وہ تاریخ کے کسی گذشتہ دور میں نظر نہیں آتا۔

اسلام کی بقاء اور تسلسل کے لیے غیبی انتظامات

ماحول کے اثرات کا مقابلہ کرنے کے لیے اور مکان و زمان کی تبدیلیوں سے عہدہ برآ ہونے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لیے دو انتظامات فرمائے ہیں ایک تو یہ کہ اس نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی کامل و مکمل اور زندہ تعلیمات عطا فرمائی ہیں جو ہر کشمکش اور ہر تبدیلی کا بآسانی مقابلہ کر سکتی ہیں، اور ان میں ہر زمانہ کے مسائل و مشکلات کو حل کرنے کی پوری صلاحیت موجود ہے، دوسرے اس نے اس کا ذمہ لیا ہے (اور اس وقت تک کی تاریخ اس کی شہادت دیتی ہے) کہ وہ اس دین کو ہر دور میں ایسے زندہ اشخاص عطا فرماتا رہے گا جو ان تعلیمات کو زندگی میں منتقل کرتے رہیں گے۔ اور مجموعاً یا انفراداً اس دین کو تازہ اور اس امت کو سرگرم عمل رکھیں گے۔ اس دین میں ایسے اشخاص کے پیدا کرنے کی جو صلاحیت اور طاقت ہے اس کا اس سے پہلے کسی دین سے اظہار نہیں ہوا، اور یہ امت تاریخ عالم میں جیسی مردم خیز ثابت ہوئی ہے، دنیا کی قوموں اور امتوں میں اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی، یہ محض اتفاقی بات نہیں ہے بلکہ انتظام خداوندی ہے کہ جس دور میں جس صلاحیت و قوت کے آدمی کی ضرورت، اور زہر کو جس تریاق کی حاجت تھی وہ اس امت کو عطا ہوا[1]

ادیان سابقہ میں دعویداران نبوت کی کثرت

یہودی اور مسیحی تاریخ کو پڑھنے والا اس بات کو صاف طریقہ پر دیکھتا ہے، کہ مدعیان نبوت

---

[1] حرف اقبال "قادیانیت تحلیل و تجزیہ"۔

[1] ان محافظین دین اور مجددین و مصلحین کی نمایاں شخصیتوں، ان کے نام اور کام کو جاننے کے لیے راقم کی کتاب "تاریخ دعوت و عزیمت" ۱، ۲، ۳، ۴، ۵ کا مطالعہ کافی ہوگا۔

کا کثرت سے پیدا ہونا یہودی دنیا کے لیے اپنے حلقۂ اثر میں اور مسیحی دنیا کے لیے اپنے حلقۂ اثر میں ایک عظیم الشان آزمائش اور فتنہ بنا ہوا تھا۔ یہ ان کے لیے ایک زبردست بحران (CRISIS) اور ایک اہم مسئلہ (PROBLEM) کی حیثیت رکھتا ہے۔ راقم کو سب سے پہلے اس کی طرف توجہ علامہ اقبال (اللہ تعالیٰ ان کے درجے بلند فرمائے) کی تحریر سے منعطف ہوئی، کہ انھوں نے یہ بصیرت افروز اور عمیق نکتہ لکھا ہے کہ ختم نبوت اس امت کا طرۂ امتیاز اور اس کے حق میں نعمت عظمیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو یہ عظیم الشان نعمت عطا فرمائی ہے کہ ختم نبوت کا ختمتہ اعلان کر دیا گویا انسانوں کو یہ بتا دیا کہ اب تمہیں بار بار وحی کے انتظار میں آسمان کی طرف دیکھنا نہیں ہے اب زمین کی طرف دیکھو، اپنی توانائیاں اور صلاحیتیں زمین کو (جس میں تم خلیفۃ اللہ فی الارض) بنائے گئے ہو، آباد کرنے اور اپنی صلاحیتوں سے انسانوں کی قسمت بدلنے، سہولت بہم پہونچانے اور ان کے لیے وہ ماحول مہیا کرنے میں صرف کرو جو ان کو نجات اخروی اور سعادت دنیوی کے حصول میں معاون ہو۔ اب تم اپنی توانائی اس میں ضائع نہ کرو کہ ہر تھوڑے وقفہ کے بعد آسمان کی طرف دیکھا کرو کہ کوئی نیا نبی تو نہیں آرہا ہے، کوئی نیا الہام تو نہیں ہو رہا ہے؟ آسمان سے براہ راست کوئی نئی رہنمائی ہونے والی ہے؟ انھوں نے یہ لکھا ہے کہ ختم نبوت ایک ایسی نعمت ہے جس نے اس امت کو انتشار، ذہنی کشمکش اور جعلی سازوں کی سازشوں کا شکار ہونے سے بچا لیا[1]

راقم نے اسی روشنی میں یہودیت اور مسیحیت کی تاریخ براہ راست پڑھنی شروع کی تو اس نے دیکھا کہ یہودی اور مسیحی علماء سر پکڑ کر (اور اس میں مبالغہ یا غلط بیانی نہیں) رو رہے ہیں، اور اس پریشانی کا اظہار کر رہے ہیں، کہ ہم کیا کریں؟ عجیب مصیبت ہے روز ایک نیا مدعی نبوت پیدا ہوتا ہے اس کو صادق و کاذب ثابت کرنے کے لیے کوئی پیمانہ چاہیئے اور وہ بھی ایسا ہونا چاہیئے کہ جو سب کی سمجھ میں آئے، ہماری طاقت اور ذہانت اسی میں صرف ہو رہی ہے کہ ہم یہ ثابت کریں کہ فلاں جعلی مدعی نبوت ہے، فلاں دجال و کذاب ہے، صدیوں تک یہودی اور مسیحی دنیا اس آزمائش میں مبتلا رہی ہے۔

یہاں معتبر یہودی و عیسائی مآخذ کے صرف دو اقتباس پیش کئے جاتے ہیں، امریکی برطانی جیوش ہسٹاریکل سوسائٹی کا ایک فاضل رکن (ALBERT M. SAYMSON) البرٹ ایم سائمسن انسائیکلو پیڈیا یا مذاہب و اخلاق میں لکھا ہے۔

"یہودی حکومت کی آزادی سلب ہو جانے کے بعد پچھلی چند نسلوں تک بہت سے خود ساختہ مسیحاؤں کا ذکر یہود کی تاریخ میں ملتا ہے، جلاوطنی کے تاریک ترین زمانوں میں امید اور خوشخبری کے یہ پیغام بر خود ساختہ قائدین کی حیثیت سے یہود کو ان کے وطن (جہاں سے ان کے آباء و اجداد نکال باہر کیے گئے تھے) واپس لے جانے کی امیدیں دلاتے رہتے تھے، اکثر اوقات اور خصوصاً قدیم زمانہ میں ایسے "مسیح" ان مقامات پر اور ایسے زمانہ میں پیدا ہوتے تھے، جہاں یہود بد ظلم و ستم انتہا کو پہنچ جاتا تھا، اور اس کے خلاف بغاوت کے آثار پیدا ہو جاتے تھے ہاں قسم کی تحریکیں عموماً سیاسی نوعیت کی حامل ہوا کرتی تھیں خصوصاً بعد کے زمانہ میں تو تقریباً ہر تحریک کا یہی رنگ تھا۔ اگرچہ یہ تحریکیں مذہبی عنصر سے کم عاری ہوا کرتی تھیں لیکن اکثر ان کے بانی بدعات کو فروغ دے کر اپنی سیادت کا دائرہ اور اثر و رسوخ بڑھانے کی کوشش کرتے تھے، جس کے نتیجہ میں یہودیت کی اصل تعلیمات کو بہت نقصان پہنچتا تھا۔ نئے نئے فرقے جنم لیتے اور پھر بالآخر عیسائیت یا اسلام میں ضم ہو جاتے تھے"[2]

مدرسہ دینیات میں یونانی، رومی اور مشرقی کلیسا کی تاریخ کے پروفیسر ہارٹ فورڈ مسیحیت کو پیش آنے والے اس ابتلاء کے بارے میں لکھتے ہیں:-

"ان جھوٹے نبیوں کے ظہور نے جو مادرائی حکمت (SUPERIOR WISDOM) کے مدعی ہوتے تھے بہت جلد بے اعتمادی پیدا کر دی اور کلیسا اور ان کے رہنماؤں کو اس خطرہ کا احساس دلایا جو ان کی فتح و پیروی کے گرد منڈلا رہا تھا۔ تاہم ابھی کوئی ایسا تادیبی طریقہ وجود میں نہیں آیا تھا جو جانا پہچانا بھی ہوتا، اور ان مکاروں کا زور بھی ختم کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو جنھیں یہ دعویٰ تھا کہ خدا ان سے کلام کرتا ہے اور ان پر بذریعہ وحی اپنے راز ہائے سربستہ منکشف کرتا ہے، ابھی تک ایسا کوئی معیار نہیں دریافت ہو پایا تھا جس کے ذریعہ ان مدعیانِ روحانیت کی صداقت کا امتحان لیا جا سکتا (باقی صفحہ ۱۵ پر)

[1] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو علامہ اقبال کے مدراس کے لکچرز (RECONSTRUCTION OF RELIGIOUS THOUGHT IN ISLAM)

[2] ENCYCLOPAEDIA OF RELIGIONS AND ETHICS

ایک قدیم ترین ندوی اور قرآن کریم کی خدمت

مولانا فضل الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ

(دوسری و آخری قسط)

● مولانا محبوب الرحمٰن ازہری

ندوہ کا تعلق

ندوہ سے مرحوم کا تعلق مخلصانہ تھا۔ نام و نمود اور شور و شغب سے ہمیشہ دور رہے ۱۹۱۳ء کی مشہور اسٹرائیک میں انھوں نے خاموشی کا طریقہ اختیار کیا۔ حافظ محمد نعیم صدیقی کے الفاظ میں:

اگست ۱۹۱۳ء میں علامہ شبلی کی علیحدگی کے ردعمل میں جو مشہور زمانہ اسٹرائیک دارالعلوم میں برپا ہوئی تھی اس میں والد محترم (مرحوم کے بڑے داماد) اور نانا عزیز الرحمٰن صاحب ادیب مرحوم پیش پیش تھے۔ عین اس شورش کے زمانہ میں ایک بار علامہ شبلی لکھنؤ تشریف لائے تو اسٹرائیکی طلبہ نے ان کا شاندار خیر مقدم کیا اور فرط جوش و عقیدت میں ان کی فٹن سے گھوڑے علیحدہ کر دے اور خود کھینچ کر شبلی زندہ باد کے نعرے لگاتے ہوئے امین آباد پارک بالمقابل واقع علامہ کی بالائی قیام گاہ تک لے گئے۔ والد محترم بھی اس موکب شبلی میں شامل تھے۔ ملحوظ رہے کہ اس اسٹرائیک کی قیادت مولانا مسعود علی ندوی، مولانا عبدالسلام ندوی، مولانا ابوالکلام آزاد اور خود حضرت سید صاحب جیسی اکابر عہد شخصیتیں کر رہی تھیں میرے نانا مرحوم علامہ شبلی سے فرط تعلق کے باوجود اپنی مخصوص افتاد طبع کے باعث طلبہ کی اس شورش کو پسند نہ فرماتے تھے اس لیے انھوں نے اپنے بھائی مولانا عزیز الرحمٰن صاحب ادیب مرحوم اور والد محترم کو اس اسٹرائیک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے دیکھ کر دونوں کو لکھنؤ کے باہر ہر دونی بھیج دیا جہاں میری والدہ مرحومہ کے حقیقی ماموں محمد ذکریا صاحب مرحوم ڈاکخانہ میں ملازم تھے۔" انتہی

مذکور بالا اقتباس سے مرحوم کا دارالعلوم سے والہانہ اور مخلصانہ تعلیمی تعلق واضح ہے کہ مشفق استاد اور ادارہ کے درمیانی اختلاف میں اپنا دامن صاف بچا لے گئے۔ ابنائے قدیم ندوہ قائم ہوا اس کے حضر رہے۔

حضرت مجددؒ صاحب سے تعلق

حضرت مجددؒ صاحب سے ان کو والہانہ عقیدت تھی اور صرف بارہ روپے ماہانہ پر خطابت و امامت کی خدمت انجام دی۔ خانقاہ کی عالی شان عمارت کی سیڑھیاں جہاں ختم ہوتی تھیں وہاں ایک چبوترہ خانہ تھا اور اسی پر کمرہ تھا جس میں مرحوم کا قیام تھا نئی عمارت کی آخری نیچے کی تین سیڑھیوں کا پورا حصہ کمرہ کی دیوار تھا۔ زائرین بہت اعتراض کرتے تھے کہ اس حجرہ کو ختم کر دیا جائے تو خانقاہ کا مواجہہ درست ہو جائے گا۔ لیکن مرحوم خود تیار نہیں تھے کہ حضرت مجددؒ صاحب کے قدموں سے دور ہوں۔ منتظمین خانقاہ برابر اصرار کرتے رہے لیکن بجبر و اکراہ کام نہیں کیا۔ یہاں تک خود مرحوم نے آمادگی ظاہر کی اور سامنے ایک حجرہ بنوا دیا گیا سابق حجرہ کی نشانی صرف تہہ خانہ اور اس کا زینہ ہی باقی ہے۔

نماز باجماعت کا التزام

پنجوقتہ نماز باجماعت ادا کرنے کا التزام تھا راقم سطور کو بچپن ہی سے مسجد میں جماعت سے نماز ادا کرنے کے لیے ساتھ لے جاتے تھے سفر میں بروقت نماز ادا کرتے تھے۔ ان کے پیر و مرشد بھی نماز باجماعت کا اہتمام کرتے تھے، مرحوم خود امام تھے اس لیے جماعت کے چھوٹنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ایک مرتبہ مسوری میں حاجی اصطفا خاں صاحب کے یہاں مقیم تھے نماز عصر سے پہلے حاجی صاحب سے ملاقات کرنے ان کے جاننے والے ڈاکٹر صاحب آگئے اور دونوں مصروف گفت گو ہوئے۔ نماز عصر کی اذان ہوئی اور مرحوم اٹھ کر نماز کے لیے جاتے ہوئے حاجی صاحب سے کہہ گئے اذان ہو چکی ہے، جماعت کا وقت ہو گیا ہے، نماز کے بعد واپس آئے تو وہ دونوں مصروف گفت گو تھے۔ مرحوم نے کہا حاجی صاحب آپ کے اخلاق بہت وسیع ہیں، حاجی صاحب نے کہا کیا بات ہے، میں تو ایسا محسوس نہیں کرتا۔ مرحوم نے کہا کہ یہ ڈاکٹر صاحب ہیں ان سے کوئی بھی مخاطب ہو اگر کوئی مریض آگیا تو اس کی دو روپے فیس کے لیے (اس وقت فیس دو روپے ہی تھی) ڈاکٹر صاحب کسی کی پرواہ نہ کریں گے۔ اور اس سے محو گفتگو ہو جائیں گے۔ آپ نے اللہ کی نماز باجماعت کو ان سے گفتگو میں چھوڑ دیا یہ آپ کی وسیع الخلقی ہے ڈاکٹر صاحب بہت خفیف ہوئے اور اٹھ کر چلے گئے۔ ان کے ٹوکنے کا ڈھنگ ایسا ہی تھا۔

مولوی اکبر علی خاں، حاجی اصطفا خاں صاحب کے بڑے صاحبزادے جماعت کا اہتمام رکھتے تھے مرحوم ان سے خاص تعلق رکھتے تھے اور ان کی مدح سرائی کرتے تھے کہ نماز باجماعت کا اہتمام کرتے ہیں موصوف کی عادت تھی کہ کہیں بھی کسی مجلس میں ہوں نماز کا وقت ہوا اور وہ مسجد کے لیے اٹھ گئے۔ لکھنؤ شہر کی تمام مساجد میں جماعت کا وقت ان کو معلوم تھا۔ اگر دوستوں کے اصرار پر سینما ہال میں ہوتے تب بھی نماز کے لیے اٹھ جاتے اور بعد ادائے نماز دوبارہ ہال میں پہنچ جاتے۔ اسی لیے مرحوم ان کو بہت سراہتے تھے، مرحوم کے شاگرد بھی تھے۔

حفظ قرآن سے شغف :

حفظ قرآن سے خاندانی شغف تو تھا ہی۔ مولانا عین القضاۃ صاحب کی تربیت اور مجددیوں کی عام روش پر گامزن ہوتے ہوئے اپنے دوسرے لڑکے راقم سطور کو بھی حافظ کرایا اور محراب سنانے کی بھی ترغیب ہی نہیں پوری کوشش کی اور فرماتے تھے "جو حافظ ایک سال نہ سنائے وہ آدھا حافظ اور جو دو سال متواتر نہ سنائے اس کا خدا حافظ"۔ راقم سطور کی مصر سے واپسی پر مرحوم نے صرف دو سوال کئے۔ (۱) نماز پڑھتے ہو؟ جواب تھا کہ آپ کے پاس آگیا ہوں دیکھ لیجئے گا (۲) قرآن یاد ہے؟ جواب تھا کہ رمضان میں دیکھ لیجئے گا۔ جب اطمینان ہوگیا۔ تو بہت خوش ہوئے۔ اپنے تیسرے لڑکے حافظ محمد طاہر کو بھی حافظ کرایا اور تین حافظوں کے باپ بنے، قیام سرہند میں مدرسہ حفظ قرآن خود ہی قائم کیا خود ہی چلایا۔ اور کتنوں کو حافظ بنایا۔ بعض نے ان کے بعد مدرسہ حفظ قرآن قائم کئے اور چلائے پاکستان میں آج بھی حافظ غلام مصطفےٰ صاحب ایک مدرسہ چلا رہے ہیں جو راقم سطور کے علم میں ہے ورنہ اوروں کا علم خدا کو ہے۔ نام ونمود کے قائل نہ تھے اس لیے کوئی نہیں جانتا صرف کام ہو رہا ہے۔

علالت اور وفات :

۱۳۶۲ھ میں پہلے ملیریا میں مبتلا ہوئے پھر بخار کا سلسلہ جاری ہوا، موسم گرما میں اپنے مخلص دوست حاجی اصطفا خاں صاحب مرحوم (مالک کارخانہ اصغر علی محمد علی لکھنؤ) کے ساتھ مسوری چلے گئے۔ اور وہاں سے جولائی میں لکھنؤ آئے اپنے لڑکے راقم سطور کے پاس دو دن قیام کیا۔ اور مدرسہ فرقانیہ میں منتقل ہو گئے ڈاکٹروں کے علاج سے انکار کیا۔ اور فرمایا "جو خدا پر ایمان نہ رکھے اس کے علاج سے کوئی فائدہ نہیں" حکیم عبدالمجید صاحب کا علاج آخر وقت تک کرتے رہے بعد میں استسقاء ہوگیا اور یکم ذیقعدہ ۱۳۶۳ھ میں وفات پائی۔ مرحوم کو اتباع سنت کا شغف تھا اور اسی لیے تمنا تھی کہ ۶۳ سال کی عمر میں وفات ہو۔ ان کی پیدائش ۱۳۰۰ھ ہجری ہے اللہ تعالیٰ نے ان کی اس تمنا کو پورا کیا۔

یہ بھی خواہش تھی کہ مدرسہ فرقانیہ میں حضرت مولانا عین القضاۃ صاحب کے پائیں دفن ہوں پھر سرہند میں حضرت مجدد صاحب کے اردگرد اولیا کے جھرمٹ میں۔ اسی لیے مدرسہ فرقانیہ میں آخر میں تھے۔ ان کے انتقال کے بعد حاجی اصطفا خاں صاحب (متولی مدرسہ فرقانیہ) سے اجازت چاہی گئی تو انھوں نے جواب دیا کہ محبوب نگر (چوپٹیاں) لیجائے جہاں مولانا سید علی زینبی قاری نظر محمد صاحب (جن سے حفظ قرآن کا دور کرتے تھے) اور قاری عبدالرحمٰن مکی مدفون ہیں چنانچہ وہی آخری آرام گاہ قرار پائی۔ اور نہ نشان قبر ہے نہ لحد جس پر کوئی گل افشانی کرے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی وسیع رحمتوں میں ان کو ڈھانپ لیا۔

پسماندگان :

ان کی روحانی اولاد کی تعداد کا علم صرف خدا کو ہے مدرسہ فرقانیہ میں مولانا عین القضاۃ نے حفاظ مدرسین کے لیے ترجمہ قرآن لازمی قرار دیا تھا۔ اور اس کی تدریس مرحوم کے ذمہ تھی چنانچہ مدرسین حفاظ سب ہی ان کے شاگرد تھے۔ یہاں صرف جسمانی اولاد کا ہی ذکر کرنا مقصود ہے: (۱) سب سے بڑی لڑکی محمودہ خاتون کے بارے میں ایک بار پھر حافظ محمد نعیم ندوی کے الفاظ پیش کر رہا ہوں "واقعہ یہ ہے کہ وہ ایک رابعہ سیرت خاتون تھیں۔ ان کا درد دل، ذوق دل، ان کے قلب کی بیتابی، ان کی آنکھوں کی اشکباری اور ان کی شب و روز کی آہ وزاری، ان کی کتاب زندگی کے روشن عنوانات ہیں وہ نہ صرف ایک خانوادہ تصوف و معرفت کی چشم و چراغ تھیں، بلکہ خود بھی مولانا شاہ عبدالغنی صاحب مرحوم پھولپوری سے بیعت وارادت کا تعلق رکھتی تھیں پھر ۱۹۷۳ء میں جب خدا تعالیٰ نے ان کو حج کی سعادت نصیب فرمائی تو مکہ مکرمہ میں مولانا شاہ ابرار الحق صاحب (ہردوئی) سے بھی ارشاد و اصلاح کا تعلق قائم کیا۔ اللھم اغفرلھا وارحمھا وثبت علیھا ثابت رحمتک۔ ان کے صاحب زادے مولوی محمد نعیم ندوی حافظ ہیں اور برابر قرآن سناتے ہیں

۲۔ دوسری صاحبزادی حمیدہ خاتون لاولد ہیں اپنی چھوٹی بہن کے بڑے لڑکے کو منتبنی کیا اور وہ بھی حافظ قرآن ہے اور ان کے شوہر حافظ رشید احمد صاحب بھی حافظ تھے۔ (۳) تیسری صاحبزادی حامدہ خاتون کے شوہر حبیب حافظ تھے۔ اور اپنے لڑکے کو پہلے نانا کے پاس بعد میں سیرازہ میں حافظہ کرایا اور آخر وقت تک وہ بھی خدمت قرآن میں مشغول رہے اور ان کے صاحبزادے حافظ شفیق احمد بھی حفظ قرآن کا مدرسہ چلاتے رہے۔

موصوفہ پابند صوم وصلوٰۃ تھیں، ہمیشہ رمضان کے بعد شش عید کے روزے زندگی بھر پابندی سے رکھے عبادت کا خاص ذوق تھا۔ مناجات سحر گاہی کبھی نہیں

چھوٹی، دنیا کی باتوں سے دور رہتی تھیں، عورتوں کی عادت کے خلاف فالتو باتوں میں کبھی وقت نہیں گزارا اور اگر کسی نے اگر گفتگو شروع کی تو قرآن یا ذکر میں مشغول ہو جاتیں۔ عبادت کے علاوہ خالی وقت میں زار بند بٹتی تھیں اور اس کو بیچ کر مدرسہ میں حفاظ کی مدد کرتیں۔ آخر میں فالج زدہ ہونے کے باوجود ایک ہی جگہ بیٹھے بیٹھے سب کچھ کرتیں کبھی شکوہ شکایت نہیں، نہایت صابر و شاکر رہیں اللہ تعالیٰ نے غریق رحمت کر لیا۔

۴۔ راقم سطور جس کو پورے انہماک سے حفظ قرآن اور دینی علم کی دولت سے مالا مال کیا۔ آخر میں پھر ڈاکٹر حافظ محمد نعیم صدیقی کے الفاظ میں "میرے خال معظم جناب مولانا محبوب الرحمان صاحب از ہری بھی ندوہ سے میرے خاندانی تعلق کے سلسلۃ الذہب کی ایک اہم کڑی ہیں۔ انھوں نے ابتدائی تعلیم تو ہندوستان میں حاصل کی مگر پھر یہ نامور مرحوم نے ان کو مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ بھیجا جہاں کئی سال قیام کر کے انھوں نے علوم درسیہ سے فراغت حاصل کی۔ اس کے بعد مزید تکمیل و تخصیص کی غرض سے جامع ازہر مصر چلے گئے۔ وہاں کلیۃ اصول الدین سے جون ۱۹۴۲ء میں فارغ ہو کر ہندوستان واپس آئے۔ اور فروری ۱۹۴۳ء میں ندوہ میں عربی زبان و ادب کے استاد مقرر ہوئے، کامل چھ سال تک یہاں تدریسی خدمت انجام دینے کے بعد کلکتہ مدرسہ میں عربی ادب کے پروفیسر مقرر ہو کر چلے گئے۔ وہاں سے ۱۹۷۶ء میں وظیفہ پر سبکدوش ہونے کے بعد سے تادم تحریر پھر ندوہ ہی میں تدریس و تعلیم میں مصروف ہیں۔ ان کو عربی زبان و ادب کا نہایت پاکیزہ اور صحیح ذوق اور اس کے رموز و نکات پر ید طولیٰ حاصل ہے وہ بچپن ہی میں حفظ قرآن کی دولت سے بہرہ ور ہوئے۔ اور تجوید و قرأت میں استاد وقت قاری عبدالملک مرحوم سے مہارت پیدا کی"۔

۵۔ ساجدہ خاتون کے چار صاحبزادے ہیں پہلا حافظ ہے اور داماد بھی حافظ اور مولوی ہے اور ضیاء الحق مرحوم نے جو علماء کی مجلس شوریٰ قائم کی تھی اس کے ممبر رہے۔ (۶) حافظ محمد طاہر جن کو حافظ کرایا گیا۔ اور ملازمت سے سبکدوشی کے بعد ادارہ اتباع سنت قائم کیا ہے جس کے وہ خود کوزہ و خود کوزہ گر و خود گل کوزہ ہیں۔

مسک الختام : حفظ قرآن کا گھرانہ۔

حافظ محمد نعیم ہی کے الفاظ میں حقیقت یہ ہے کہ میرا ننہالی خانوادہ حفاظ قرآن کا مجمع ہے قرآن کے حفظ و تجوید کے ساتھ اتنے طویل و تسلسل اور شدت اہتمام کی نظیر کم ہی مل سکے گی۔ اس خاندان کی زندہ نسل میں میرے چھوٹے ماموں جناب محمد طاہر شاہ بھی ماشاء اللہ حافظ قرآن ہیں علاوہ ازیں میرے دو ماموں زاد بھائیوں اور ہم تین خالہ زاد بھائیوں کے نصیب میں بھی خاندانی یہ سعادت عظمیٰ مقدر فرمائی فالحمد للہ حمداً کثیراً انتہی

آخر میں مرحوم کے مخلص دوست اور پیر بھائی حاجی محمد اصطفا خاں صاحب مرحوم نے قطعہ تاریخ وفات کہا ہے۔ اس پر مضمون کو ختم کرتا ہوں:-

قطعہ تاریخ رحلت مولوی فضل الرحمٰن صاحب

رخت پے جنت بستہ کرد سفر از دار فنا
مرگ پیام وصل آورد واصل حق شد مرد خدا
آصف۔ سال وفاتش گفت
فضل الرحمٰن اہل وفا
۱۳۶۳ھ

تعمیر حیات
اپنی نئی نسلوں کو عالمی حالات سے باخبر رکھنے کیلئے تعمیر حیات کے مطالعہ کی ترغیب دیجئے

دل کی گہرائیوں میں اتر جانے والا
مٹھاس کی دنیا میں ایک ہی نام

طہور اسوئیٹس

جہاں کی مٹھائیاں ہر دل کو بھا رہی ہیں

اسپیشل مٹھائیاں

• افلاطون • نان خطائیاں • ڈرائی فروٹ فی
• انجیر برفی • اخروٹ برفی • ملائی برفی
• ملائی مینگو • پائنا پل حلوہ • دودھی حلوہ
• گلاب جامن نیز قسم قسم کے لڈو اور مختلف قسم کی مٹھائیاں۔

۲۲۵/۳۵، باکس روڈ، ناگپاڑہ جنکشن، بمبئی ۸
فون نمبر:- ۳۰۸۲۷۷۳ - ۳۰۹۱۳۱۸

عمدہ کاغذ، ارزاں قیمت، بہترین سائز
NOTE BOOK
حرمین
اردو کاپی
ملنے کا پتہ:-
مکتبہ الحرمین مسجد مرکز والی ڈاکٹر بی این دربار روڈ
امین آباد لکھنؤ۔
مذکورہ بالا پتے سے تعمیر حیات جاری کرا کے رسید حاصل کر سکتے ہیں۔ صبح ۱۰ بجے سے رات ۸ بجے تک
فون نمبر: ۲۱۷۹۵۶

اسلام کے خلاف پروپیگنڈے کا نیا بہانہ
اور
اس کی حقیقت

مولانا برہان الدین سنبھلی

اسلامی شریعت اور مسلمانوں کے خلاف ملکی پریس بالخصوص صبح زرد صحافت میں مخالفانہ بلکہ معاندانہ پروپیگنڈا کر کے اسلام اور مسلمانوں کی شبیہہ بگاڑنے کی کوششیں آئے دن ہوتی رہتی ہیں، جن سے کوئی بھی واقفِ حال، خاص طور پر اخبار بیں طبقہ انکار نہیں کر سکتا۔ اس پروپیگنڈے کی مثال کبھی تو "حبّہ کو قبّہ" یا "سوئی کو پھاوڑا" بنانے کی سی ہوتی ہے اور کبھی بغیر سوئی ہی کے پھاوڑا بنا دیا جاتا ہے، آج کل اخبارات میں کورٹ کے ایک حالیہ فیصلہ کے بہانے سے اسلامی شریعت کے خلاف جو الزام تراشی اور گولہ باری ہو رہی ہے، وہ بغیر سوئی کے پھاوڑا بنانے جیسی حرکت کا مصداق معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ زیر بحث فیصلہ میں مطلقہ عورت کے بچہ کے باپ پر، بچہ کے اخراجات کا بار ڈالنے کو ایسے انداز میں پیش کیا جا رہا ہے جیسے کہ اسلامی قوانین کے خلاف یہ فیصلہ ہوا اور اس کے ذریعہ شریعت پر ضرب کاری لگا دی گئی ہو۔ اسی سوچ کی وجہ سے مسلمان اور اسلام مخالف صحافت۔ خوب زور و شور کے ساتھ اسی طرح کا پروپیگنڈا کر رہی ہے اور شاہ سرخیوں کے ساتھ شائع کر رہی ہے، حالانکہ اسلامی شریعت نے مطلقہ عورت کو بھی بعض شرطوں کے ساتھ، جن سے بچہ ہی کی رعایت مقصود ہے۔ اپنے بچہ کی پرورش کا ایسا ہی حق دیا ہے جیسا کہ بچہ کے باپ کی بیوی (منکوحہ) ہونے کی شکل میں اور تمام اخراجات باپ پر ہی لازم کئے ہیں۔ بلکہ مطلقہ ہونے کی صورت میں کچھ زیادہ ہی مالی منفعت کی شکلیں بچہ کی ماں کے لئے رکھی ہیں، اگر وہ پرورش کی ذمہ داری قبول کر لے، (بچہ کی پرورش کے تمام اخراجات تنہا باپ پر شرعاً لازم کئے گئے ہیں)۔ بعید نہیں کہ عدالت کے تازہ فیصلہ کا یہ حصہ اسلامی قانون سے لیا گیا ہو۔ ورنہ کم سے کم اسلامی قانون سے واقف و متاثر ہونے کا نتیجہ ضرور معلوم ہوتا ہے، کیونکہ شاہ بانو کیس کے بعد پارلیمنٹ میں مسلم عورتوں کے تحفظ کے بارے میں بنائے گئے قانون میں یہ صراحت موجود ہے کہ بچہ کے باپ پر ہی بچہ کے تمام اخراجات لازم ہوں گے۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دیدیتا ہے اور اس بیوی سے اس کا چھوٹا بچہ ہے (یا کئی چھوٹے بچے ہیں) تو شریعتِ اسلامی کی رو سے یہ مطلقہ عورت، بچے کے لڑکا ہونے کی صورت میں تقریباً سات سال کی عمر تک اور لڑکی ہونے کی صورت میں اس کے بالغ (جوان) ہونے تک، بچہ کی پرورش کرنے کی حق دار ہوگی، یعنی اگر وہ اس کے لئے تیار ہوتی ہے تو دوسری کوئی عورت یا مرد حتیٰ کہ بچہ کا باپ بھی، اس کا یہ حق جبراً نہیں لے سکتا۔

پھر لطف یہ ہے کہ نہ صرف بچے کی پرورش پر ہونے والے تمام اخراجات بچہ کے باپ پر لازم ہوں گے بلکہ ماں (جسے چاہے بچہ کے باپ نے طلاق دیدی ہو) کے اخراجات بھی باپ پر ہی ہوں گے، اگر وہ مطلقہ بچہ کی پرورش کے لئے اپنے کو فارغ رکھتی ہو (یعنی کسی دوسرے سے نکاح نہ کرے) قانونِ شریعت یہ بھی ہے کہ لڑکے کے کمانے کے قابل (بالغ) ہونے تک اور لڑکی کا نکاح ہونے تک سارا خرچ باپ کے ذمہ ہے، شریعت کے یہ احکام اسلامی شریعت (فقہ) کی تمام قابل ذکر کتابوں میں ملتے ہیں (مثلاً دیکھئے علامہ ابن عابدین شامی م ۱۲۵۲ھ کی فقہ پر سب سے زیادہ مشہور اور معتمد کتاب ردالمحتار جلد ثانی باب النفقہ) بچوں کے اخراجات باپ پر لازم ہونے کی سب سے اہم دلیل قرآن مجید کی آیت "وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ" ہے۔ (سورۃ البقرۃ آیت ۲۳۳ کا ایک حصہ)۔

چوتھی صدی ہجری کے ایک مایہ ناز محقق و مفسر و فقیہہ، عالم علامہ ابوبکر جصاصؒ رازی (م ۳۷۰ھ) نے تو قرآن مجید کی سورۃ البقرہ آیت ۲۳۳ (وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ الخ) کی تفسیر میں صراحت کی ہے کہ آیت کا اصل مقصد و مطلب، دودھ پلانے والی ماں کے اخراجات کا بچہ کے باپ پر لازم کرنا ہی ہے، خواہ بچہ کے باپ نے اسے طلاق دیدی ہو! (ظاہر ہے کہ بچہ کو دودھ پلانے والی عورت کے اخراجات کا باپ کے ذمہ لازم ہونا، بچہ کی پرورش کے اخراجات کی ہی کڑی ہے)۔

علامہ جصاصؒ فرماتے ہیں:۔

"والوالدات ..... عمومًا فی سائر الامهات مطلقات کنّ أو غیر مطلقات .... وإن کانت مطلقة فنفقة الرضاع أیضًا مستحقة بظاهر الآیة" (احکام القرآن للجصاص ص ۴۰۳-۴۰۴ جلد اول) شریعتِ اسلامی کے یہ قوانین کوئی ڈھکے چھپے نہیں ہیں بلکہ قوانینِ شریعت سے تھوڑی سی واقفیت رکھنے والا بھی انھیں جانتا ہے، پھر معلوم نہیں کیوں اور کن اسبابِ مصالح کی بنا پر عدالت کے موجودہ فیصلہ کو "شریعت کی شکست" اور "یکساں سول کوڈ کے نفاذ کی طرف ایک قدم" قرار دیا جا رہا ہے، ایسا کہنے یا سمجھنے والے اسلامی شریعت سے جہالت یا عداوت کا ثبوت دینے کے علاوہ اور کچھ نہیں کر رہے ہیں۔

پھر ایسا بھی نہیں ہے کہ یہ قوانین صرف فقہ کی عربی کتابوں میں ملتے ہوں، اردو، ہندی یا تعلیمی اور علاقائی دیگر زبانوں میں نہ ہوں، کیونکہ مسلم پرسنل لا بورڈ کے قیام کے بعد سے تو اردو، ہندی میں بھی مختلف مسلم حلقوں و اداروں خاص طور سے بورڈ کی طرف سے مختلف زبانوں کے اندر بالخصوص شاہ بانو کیس کے بعد "پرسنل لا (اسلام کے عائلی نظام) پر اتنا تعارفی لٹریچر شائع ہو چکا ہے کہ۔ کم از کم کسی جویائے حقیقت کے لئے ناواقف رہنے کا کوئی معقول عذر باقی نہیں رہ گیا ہے، خود راقم کے قلم سے اس دربیان ایک مفصل کتاب "معاشرتی مسائل" (جس کے نصف درجن سے زیادہ ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں) اور کئی کتابچے جن میں "مسلم پرسنل لا اور عورت کے حقوق" بھی ہے، نیز تقریباً نصف درجن مضامین ملک کے مختلف مؤقر جرائد و رسائل میں اس موضوع پر شائع ہو چکے ہیں جن میں لکھنؤ کا مشہور و مؤقر اخبار "قومی آواز" بھی شامل ہے۔ قومی آواز ۱۱، ۱۲ جولائی ۱۹۹۵ء کی اشاعت میں ایڈیٹوریل والے صفحہ پر راقم کا "یونیفارم سول کوڈ اور مسلم پرسنل لا" کے عنوان سے ایک تفصیلی مضمون شائع ہو چکا ہے، اس کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو۔

"شوہر سے علاحدگی کے بعد بھی، اگر وہ طلاق کے ذریعہ ہوئی ہے، تو کچھ عرصہ تک (عدت کے دوران) نفقہ شوہر پر ہی رہتا ہے، اگر طلاق دینے والے شوہر سے مطلقہ کے بچے بھی ہیں تو جب تک وہ دودھ پینے یا پرورش و نگرانی کے لئے ماں کے محتاج رہیں گے اس وقت تک نہ صرف ان بچوں کا بلکہ انھیں دودھ پلانے (اور نگرانی کی غرض سے پابند بننے) والی اس مطلقہ کا پورا خرچ بھی اسی (طلاق دینے والے) پر رہے گا، یہیں سے اس پروپیگنڈے کی تردید بھی نکل آتی ہے کہ "مطلقہ عورت، بچوں کو لے ماری ماری پھرتی ہے۔ ہاں قانونِ شریعت سے ناواقفیت یا بے عملی کی وجہ سے یہ صورت پیدا ہو جائے تو اس میں قانونِ شریعت کو الزام دینا زیادتی ہوگی۔" (کالم نمبر ۴۔ ایڈیٹوریل کے بعد)۔

یہ مضمون اضافہ کے ساتھ "تعمیر حیات" میں بھی شائع ہوا اور ملک کے دیگر رسائل، اخبارات میں نقل ہوا (مثلاً رسالہ "ہادی" نئی دہلی میں) اور "سالار" بنگلور، "نقیب" پھلواری شریف پٹنہ، "بلاغ" آگرہ وغیرہ میں شائع ہوا اور اسے پمفلٹ کی شکل میں شائع کر کے مختلف بااثر اجتماعات میں تقسیم کیا گیا (جن میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کے اندر ہونے والے بعض اہم اجتماعات مثلاً دارالعلوم ندوۃ العلماء کی "مجلسِ منتظمہ" پرسنل لا کی "مجلس عاملہ" وغیرہ بھی شامل ہیں) نیز بہت سے لوگوں کو ڈاک سے بھیجا گیا۔

علاوہ ازیں تقریباً ہر دینی حلقہ سے (جس میں امارت شرعیہ بہار و اڑیسہ کا نمایاں حصہ ہے)، مسلم پرسنل لا، یعنی شریعت کے عائلی قوانین کے خلاف پروپیگنڈے کا بازار گرم ہونے کے بعد سے۔ اسلامی عائلی قوانین کے تعارف اور اس پروپیگنڈے کے توڑ کے لئے برابر تحریری تقریری کوششیں ہو رہی ہیں۔ ان کے باوجود علماء کو یہ الزام دینا کہ "انھوں نے عوام کو ناواقف رکھا" یا تو ناواقفیت پر مبنی ہے یا پھر علماء کو الزام دینے کے "فیشن" کی پیروی ہے، جو آج کل وچھپ مشغلہ کے طور پر۔ بعض حلقوں میں رائج ہے۔

(بقیہ) ختم نبوت انعام خداوندی

ایسے معیار کا دریافت ہونا

قطعاً ضروری تھا اور اگر یہ دریافت نہ بھی ہوتا تو بھی کلیسا اس کی تخلیق کر کے رہتا تاکہ اس کے ذریعہ مذہب کو بنیادی اصولوں میں انتشار اور زندگی کو الحاد کے راستہ پر جا پڑنے سے بچا سکے۔ اور اس طرح خود اپنی حفاظت کا انتظام کر سکے۔[1]

---

[1] (ENCYCLO PAEDIA OF RELIGIONS AND ETHICS) (VOL. X P. 383)

نئے پرانے دردوں، زخموں، گلٹی، نالچہ
درد سر اور دانتوں وغیرہ کی بیماریوں کے
لئے ۶۵ سالہ پرانی عجیب و غریب یونانی دوا
دل آرام تیل رجسٹرڈ ۹۸ء
تیار کردہ حکیم قاسم حسین لکھنؤ
اسٹاکسٹ:۔ ہارون جنرل اسٹور چکندی لکھنؤ۔
نوٹ:۔ جانڈس، دھات، کوڑیا، شوگر کے علاج شفایابی کے لئے ہم سے رابطہ قائم کریں۔

ناروے کی ایک عیسائی خاتون (ماری لوبزان) کا قبولِ اسلام

ترجمہ: مسعود حسن حسنی

نام ماری لوبزان تھا۔ عیسائی مذہب کی ماننے والی تھیں ناروے کی راجدھانی اوسلو کی رہنے والی ہیں۔ ان کے والد صحافی تھے۔ ان کی والدہ ایکٹرس اور گلوکارہ تھیں۔ ان کی زندگی ایسی پراگندہ گزر رہی تھی جس میں قواعد وضوابط نام کی کوئی چیز نہیں تھی اور نہ ہی اس زندگی کا کوئی مقصد تھا۔ وہ اپنے بارے میں کہتی ہیں۔

یہ ان کی نوعمری کی بات ہے کہ دوسری دنیا و کائنات کے بارے میں مختلف سوالات ان کے ذہن میں پیدا ہوتے رہتے تھے اور یہ سوالات اس عالم رنگ و بو سے ماورا چیزوں کے متعلق بھی ہوتے تھے۔ مسیحی ہونے کے باوجود ان کے والد عملاً ملحد تھے۔ مگر وہ خود ملحد نہیں تھیں۔ لیکن اس مذہب (عیسائی مذہب) پر عمل کرنا بسا اوقات مشکل ہوتا تھا جبکہ ان کا ذہن تثلیث کا عقیدہ قبول نہیں کرتا تھا۔ اسی دوران انکے اندر ایسے احساسات وجذبات ابھرتے رہتے تھے جو دوسری دنیا کے وجود اور دوسری زندگی کے برحق ہونے پر دلالت کرتے تھے۔ اور یہ احساسات وجذبات دوسری زندگی کے لیے کچھ کرنے پر آمادہ کرتے تھے یعنی (دوسری زندگی کے لیے زادِ راہ اختیار کرنے پر آمادہ کرتے تھے) لیکن ان کے ذہن میں اس کی کوئی شکل نہیں آتی تھی۔

خاص خاص موقعوں پر دل بہلانے کے لیے وہ کلیسا جاتیں ان کا کلیسا میں جانا عقیدت میں نہیں تھا بلکہ محض اکتاہٹ دور کرنے اور ماحول کی تبدیلی کے خیال سے وہ وہاں کے پروگراموں میں شریک ہوتیں جبکہ ان کا دل اس کا روادار نہ تھا، لیکن جس نقطہ نے ان کی زندگی کے دھارے میں انقلاب برپا کیا اور اسلام کے بارے میں ان کو سوچنے پر مجبور کیا جس کے بارے میں انھوں نے پہلے کبھی سنا تک نہ تھا وہ نقطہ یہ تھا کہ انھوں نے اپنی ایک ہم وطن سہیلی کے حالات میں جس نے مراکش کے ایک مسلمان سے شادی کرلی تھی پہلے کے مقابلے میں کافی تبدیلی محسوس کی ان کی شخصیت (PERSNOLITY) انکے سلوک اور ان کے افکار وخیالات میں پوری طرح تبدیلی رونما ہوچکی تھی، حتیٰ کہ مکمل طور پر ان کی زندگی کے تمام امور میں ایک عظیم انقلاب برپا ہوچکا تھا جس نے ان کی زندگی کے تمام پہلوؤں کو شیشے کی طرح صاف وشفاف کردیا ہے۔

ماری نے ان کی زندگی میں نمایاں فرق محسوس کیا اور ان کو نئے طرز زندگی پر عامل پایا۔ اپنی زندگی اور اپنی سہیلی کی اسلام کے بعد کی زندگی میں حد فاصل محسوس کیا۔ ماری اپنی سہیلی کو خوب اچھی طرح سے جانتی تھیں، اور وہ اس بات سے بھی واقف تھیں کہ پہلے ان کی زندگی کا نہ ہی کوئی مقصد تھا اور نہ ہی کوئی ہدف اور نہ ہی اس زندگی کے کچھ معنی تھے، ماری سے اس کی سہیلی نے اسلام کے متعلق کوئی گفت گو نہ کی لیکن اس کا سلوک اس کے بارے میں بتا رہا تھا کہ ان کی زندگی اب دوسرے انداز کی ہے۔

ماری نے ایک دن خود گفت گو کا آغاز کیا گفتگو کا آغاز اسلام ہی سے ہوا۔ ماری کو اس کی سہیلی نے اسلام سے متعلق ایک کتاب دی اور مریم جمیلہ کے اسلام قبول کرنے کی کہانی سنائی۔ اور ان کی کتابوں کا ایک مجموعہ بھی دیا۔

جب ماری نے مریم جمیلہ کے اسلام قبول کرنے کا قصہ سنا تو انھوں نے لمبی خاموشی اختیار کرلی کیونکہ اس سے ان کو دلچسپی ہوئی۔ انھوں نے کتابوں کا بغور مطالعہ کیا اور ان کتب میں ان کو ان تمام سوالوں کے جو کسی بھی گوشہ سے تعلق رکھتے تھے خواہ عقیدہ سے متعلق ہوں یا معاشرتی اور سیاسی زندگی سے ان کا تعلق ہو۔ سارے سوالوں کے تشفی بخش جوابات حاصل کرلیے۔ اس کے بعد ماری نے قرآن مجید کا ترجمہ پڑھنا شروع کیا۔

اور جس وقت وہ قرآن کریم کے ترجمہ سے فارغ ہوئیں بے ساختہ ان کی زبان سے (هٰذا هو الحق) کا نعرہ بلند ہوا۔ اور یہ پہلا موقع تھا جب حق و باطل کا فرق ان کے سامنے آشکارا ہوا۔ اور اب ان کی دلی تمنا یہی ہے کہ جس طرح انھوں نے دین حق کو پہچانا ہے (قبول کیا ہے) ان کا خاندان، ان کے دوست واحباب اور ان کے اہل وطن اس کو پہچانیں اور دل وجان سے قبول کریں۔

اور ان کے قلب میں یہ احساس بھی جاگزیں ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے لیے کسی چیز کا مطالبہ نہیں کرتا ہے بلکہ وہ اپنے بندوں کے لیے خیر کا طالب ہے اور انسان کے لیے سب سے افضل اور اعلیٰ وارفع چیز اللہ تبارک وتعالیٰ کی عبادت کرنا ہے (اس کے سامنے سر تسلیم خم کردینا ہے) وہی ملجا وماویٰ ہے چنانچہ انھوں نے کلمۂ شہادت پڑھا، نماز پڑھنی شروع کردی اور اپنا عیسائی نام بدل کر اپنا نیا نام فاطمہ عبداللہ رکھا ہے۔

فاطمہ عبداللہ نے ویلز میں اسلام کے مبلغوں کی

ایک جماعت کے بارے میں واقفیت حاصل کی جس کے سرخیل ڈاکٹر محمد المشروق (عمید کلیۃ الدیانات) ہیں اور لاطینی امریکہ میں وہ تنہا مسلمان ہیں۔ اور اسی طرح ویلز میں ایک اور تنظیم (شباب الدعوۃ) سے واقفیت حاصل کی جو مختلف شرعی اداروں میں لکچرس دینے کے فرائض کی انجام دہی میں ہمہ تن مشغول ہیں تاکہ یورپی مسلمانوں میں سے ایسے لوگ پیدا ہوں جو اسلام کی دعوت کا کام کرنے والے ہوں۔

ان حلقوں سے ماری نے معلومات حاصل کیں اور جب ماری اسلامی ثقافت اور علم سے پوری طرح واقف ہوگئیں تو وہ ایک مصری مسلمان سے رشتہ ازدواج سے منسلک ہوگئیں، جو یورپ میں انجینئر کے عہدہ پر فائز ہیں اور انھوں نے پردہ کرنا بھی شروع کردیا ہے۔

وہ اپنے مصری شوہر کے ساتھ قاہرہ آئی ہیں جہاں ان سے ملاقات ہوئی ان کے دو لڑکے اور ایک لڑکی ہیں۔ اور ان کی کوشش یہ ہے کہ ہر شخص کے ساتھ ان کا معاملہ اسلامی طرز کا ہو تاکہ ان کا سلوک دعوتی بن سکے جس کے ذریعہ وہ لوگوں کو اسلام کی دعوت دے سکیں۔ جس وقت وہ اپنے قاہرہ کے گھر میں داخل ہوئیں تو وہاں کا ماحول بڑا پرکشش معلوم ہوا۔ اطمینان وسکون اور بشاشت ومسرت کا ماحول تھا جس کا انھیں پہلے تجربہ نہ تھا۔ وہ بہت مسرور تھیں کہ وہ اسلامی تعلیمات پر پوری طرح عامل تھیں لیکن جس وقت ان کو نئے سرے سے شرعی احکامات کا علم ہوا وہ بہت زیادہ خوشی محسوس کررہی تھیں عربی پر قدرت نہ ہونے کے باوجود اس دین پر ان کا اصرار اور ارادہ ان کے اعصاب کی مضبوطی کو ظاہر کررہا تھا۔ ان کی ساس سے جب گفت گو ہوئی تو انھوں نے بتایا کہ فاطمہ مصر کی دوسری مسلمان عورتوں سے زیادہ اسلام کی پابند ہے، اور فاطمہ ان کی بہوؤں سے کہتی ہیں کہ تم لوگوں کو ایسی عظیم نعمت ملی ہوئی ہے لیکن تم اس کی اہمیت سے ناواقف ہو۔

اور وہ صلاۃ فجر اور صدقات کا بڑا اہتمام کرتی ہیں ان کی خواہش ہے کہ ان کے بچے اسلامی ماحول میں رہیں۔ وہیں پرورش پائیں۔ اس لیے کہ اگر وہ ناروے کے عیسائی ماحول میں واپس جائیں گے تو اس سے متاثر ہوجائیں گے اور ان کی پختگی میں کمی آجائے گی۔

(بشکریہ المستقبل الاسلامی (ریاض)

بغیر مطالعہ کی میز پر

اوقات میں کھینچی گئی ہیں اسی کے ساتھ علامہ کے والدین بھائی، بیٹے، اساتذہ، احباب، ہمعصر شعراء ادبار کالجوں اور مسجدوں کے فوٹو بھی شامل ہیں اور ایک جگہ پر تو مسجد قرطبہ میں نماز ادا کرتے ہوئے بھی دکھایا گیا ہے کتابت وطباعت کا معیار قابل دید ہے اور علامہ پر ریسرچ کرنے والے طلباء اور ادبار کے لیے ایک رہنما اور رہبر کی حیثیت رکھتی ہے۔

نام کتاب ۔ بچوں کی تمرین التجوید
تالیف ۔ قاری محمد مسعود عنیزی
صفحات ۔ ۶۴ ۔ سائز ۲۲ × ۱۸/۸
قیمت درج نہیں۔
ملنے کا پتہ:۔ مکتبہ رحیمیہ دیوبند۔ سہارنپور۔

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی آخری آسمانی کتاب ہے اس کو الفاظ وحروف کے صحیح مخارج اور اس کے طریق ادا کی مکمل رعایت کرتے ہوئے تجوید کے ساتھ پڑھنے اور تلاوت کرنے کی خاص تعلیم دی گئی ہے۔

پیش نظر کتاب "بچوں کی تمرین التجوید" تجوید کے مبتدی طلباء کے لیے بہترین تحفہ ہے جو بچوں کی نفسیات اور ذہنی سطح کو ملحوظ رکھتے ہوئے آسان پیرایہ میں فن تجوید کے ضروری ابتدائی قواعد، تمرینوں اور مشقوں کے ساتھ جائیس اسباق پر مشتمل ہے اور ہر سبق ایک صفحہ پر مشتمل ہے اور ہر سبق کے آخر میں ہدایت کے ذیل میں استاذ کے لیے طریقہ تدریس بھی بتادیا گیا ہے جس سے کتاب کی افادیت دوبالا ہوگئی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ بہت سے مکاتب ومدارس میں مبتدی بچوں کے نصاب میں داخل ہے اور یہ بیک وقت نورانی قاعدہ اور تجوید کی کتاب کا کام دے گی۔

بمبئی کے قارئینِ "تعمیرِ حیات" سے

بمبئی کے قارئینِ تعمیرِ حیات حضرات سے گذارش ہے کہ تعمیرِ حیات کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدار بننے کے سلسلہ میں ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں۔ وہاں ان کو رقم جمع کرنے کی رسید مل جائے گی۔

ALAUDDIN TEA
Tea Merchants
44, Haji Building,
S. V. Patel Road, Null bazaar, Bombay-400 003.
Tele. : Add Cupkelle Tel. 3762220/3728708
Tel. (R) 3095852

۲۴ نمبر اور ۱۲ نمبر کی اسپیشل چائے
حاصل کیجیے۔

یہ کیسا حج تھا؟

ربیع بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں حج کے لئے جارہا تھا۔ میرے ساتھ میرے بھائی تھے اور ایک جماعت تھی۔ جب کوفہ پہونچے تو وہاں ضروریات سفر خریدنے کے لئے بازاروں میں گھوم رہا تھا کہ ایک ویران سی جگہ میں ایک خچر مرا ہوا تھا اور ایک عورت جس کے کپڑے بہت پرانے بوسیدہ تھے، چاقو لئے ہوئے اس کے گوشت کے ٹکڑے کاٹ کاٹ کر ایک زنبیل میں رکھ رہی تھی۔ مجھے یہ خیال ہوا کہ یہ مردار گوشت لے جارہی ہے۔ اس پر ہرگز سکوت نہ کرنا چاہئے۔ عیب نہیں یہ کوئی بھیڑ ہی عورت ہے۔ یہی پکا کر لوگوں کو کھلادے گی۔ میں چپکے سے اس کے پیچھے ہولیا۔ اس طرح کہ وہ مجھے نہ دیکھے۔ وہ عورت ایک بڑے مکان میں پہونچی جس کا دروازہ بھی اونچا تھا۔ اس نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ اندر سے آواز آئی کون ہے؟ اس نے کہا کھولو میں ہی بدحال ہوں۔ دروازہ کھولا گیا اور اس میں سے چار لڑکیاں آئیں جن کے چہروں سے بدحالی اور مصیبت کے آثار ظاہر ہورہے تھے۔ وہ عورت اندر گئی اور زنبیل ان لڑکیوں کے سامنے رکھ دی۔ میں کواڑوں کی درازوں سے جھانک رہا تھا۔ میں نے دیکھا اندر سے گھر بالکل برباد خالی تھا۔ اس عورت نے روتے ہوئے لڑکیوں کو آواز دی کہ اس کو پکالو اور اللہ کا شکر ادا کرو کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اختیار ہے، اس کے قبضہ میں لوگوں کے قلوب ہیں۔ وہ لڑکیاں اس کو کاٹ کاٹ کر آگ پر بھوننے لگیں۔ مجھے بہت تنگی ہوئی۔ میں نے باہر سے آواز دی:

اے اللہ کی بندی اللہ کے واسطے اس کو نہ کھا۔ وہ کہنے لگی تو کون ہے؟ میں نے کہا میں ایک پردیسی آدمی ہوں۔ کہنے لگی اے پردیسی تو ہم سے کیا چاہتا ہے؟ میں نے کہا مجوسیوں کے ایک فرقے کے سوا مردار کا کھانا کسی مذہب میں جائز نہیں۔ وہ کہنے لگی ہم خاندان نبوت کے شریف (سید) ہیں۔ ان لڑکیوں کا باپ بڑا شریف تھا۔ وہ اپنے ہی جیسوں سے ان کا نکاح کرنا چاہتا تھا۔ اس کی نوبت نہ آئی اس کا انتقال ہوگیا۔ جو ترکہ اس نے چھوڑا تھا وہ ختم ہوگیا۔ ہمیں معلوم ہے کہ مردار کھانا جائز نہیں لیکن اضطرار میں جائز ہوجاتا ہے۔ ہمارا چار دن کا فاقہ ہے۔ ربیع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ان کے حالات سن کر مجھے رونا آگیا اور میں روتا ہوا دل کے چین واپس ہوا اور میں نے اپنے بھائی سے آکر کہا میرا ارادہ تو حج کا نہیں رہا۔ اس نے مجھے بہت سمجھایا۔ حج کے فضائل بتائے کہ حاجی ایسی حالت میں واپس لوٹتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں رہتا وغیرہ وغیرہ۔ میں نے کہا بس لمبی چوڑی باتیں نہ کرو۔ یہ کہہ کر میں نے اپنے بڑے اور احرام کی چادریں اور جو سامان میرے ساتھ تھا وہ سب لیا اور نقد چھ سو درہم تھے وہ لئے اور ان میں سے سو درہم کا آٹا خریدا اور سو درہم کا گیہوں خریدا اور باقی درہم جو بچے وہ آٹے میں چھپا کر اس بڑھیا کے گھر پہونچا اور یہ سب سامان اور آٹا وغیرہ اس کو دے دیا۔ اس عورت نے اللہ کا شکر ادا کیا اور کہنے لگی اے ابن سلیمان جا اللہ جل شانہ تیرے اگلے پچھلے سب گناہ معاف کردے اور تجھے حج کا ثواب عطا کرے اور اپنی جنت میں تجھے جگہ عطا فرمائے۔ اور اس کا ایسا بدل عطا فرمائے جو تجھے بھی ظاہر ہوجائے۔ سب سے بڑی لڑکی نے کہا اللہ جل شانہ تیرا اجر دوچند کرے اور تیرے گناہ معاف کردے۔ دوسری نے کہا اللہ جل شانہ تجھے اس سے بہت زیادہ عطا فرمائے جتنا تو نے ہمیں دیا۔ تیسری نے کہا حق تعالیٰ جل شانہ ہمارے دادا کے ساتھ تیرا حشر کرے۔ چوتھی نے کہا جو سب سے چھوٹی تھی اے اللہ جس نے ہم پر احسان کیا اس کا نعم البدل اس کو جلدی عطا کر اور اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر۔ ربیع کہتے ہیں کہ حجاج کا قافلہ روانہ ہوگیا۔ میں کوفہ میں ہی مجبور پڑا رہا کہ وہ سب حج سے فارغ ہوکر لوٹ بھی آئے۔ مجھے خیال ہوا کہ ان حجاج کا استقبال کروں۔ ان سے اپنے لئے دعا کراؤں۔ کسی کی مقبول دعا مجھے لگ جائے۔ جب حجاج کا ایک قافلہ میری آنکھوں کے سامنے آگیا تو مجھے اپنے حج سے محرومی پر بہت افسوس ہوا اور رنج کی وجہ سے آنسو نکل آئے۔ جب میں ان سے ملا تو میں نے کہا اللہ جل شانہ تمہارا حج قبول کرے۔ ان میں سے ایک نے کہا یہ کیسی دعا ہے؟ میں نے کہا ایسے شخص کی دعا جو دروازہ تک کی حاضری سے محروم رہا ہو۔ وہ کہنے لگے بڑے تعجب کی بات ہے۔ اب تو وہاں جانے سے انکار کرتا ہے۔ تو ہمارے ساتھ عرفات کے میدان میں نہیں تھا؟ تو نے ہمارے ساتھ رمی جمرات نہیں کی؟ تو نے ہمارے ساتھ طواف نہیں کیا؟ میں اپنے دل میں سوچنے لگا کہ یا اللہ کا لطف ہے۔ اتنے میں خود میرے شہر کے حاجیوں کا قافلہ آگیا۔ میں نے کہا حق تعالیٰ تمہاری سعی قبول فرمائے، تمہارا حج قبول فرمائے۔ وہ بھی یہی کہنے لگے کہ تو ہمارے ساتھ عرفات میں نہیں تھا؟ رمی جمرات نہیں کی؟ اب انکار کرتا ہے۔ ان میں سے ایک شخص آگے بڑھا اور کہنے لگا کہ بھائی اب انکار

کیوں کرتے ہو کیا بات ہے؟ آخر تم ہمارے ساتھ مکہ میں پہونچے تھے یا مدینہ میں نہیں تھے۔ جب ہم قبر اطہر کی زیارت کرکے باب جبریل سے باہر کو آرہے تھے اس وقت اژدہام کی کثرت کی وجہ سے تم نے میرے پاس امانت رکھوائی تھی جس کی مہر پر لکھا ہوا ہے، من عاملنا ربح (جو ہم سے معاملہ کرتا ہے نفع کرتا ہے)۔ یہ تمہاری تھیلی واپس ہے۔ ربیع کہتے واللہ میں نے اس تھیلی کو اس سے پہلے دیکھا بھی نہ تھا۔ اس کو لے کر گھر آیا، غسل کی نماز پڑھی۔ اپنا وظیفہ پورا کیا۔ اس کے بعد اس سوچ میں جاگتا رہا کہ آخر یہ قصہ کیا ہے۔ اسی میں میری آنکھ لگ گئی۔ تو میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی۔ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا اور ہاتھ چومے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرماتے ہوئے سلام کا جواب دیا اور ارشاد فرمایا:

"ربیع! آخر ہم کتنے گواہ اس پر قائم کریں کہ تو نے حج کیا۔ تو مانتا ہی نہیں۔ سن، تو نے اس عورت پر جو تیری اولاد تھی صدقہ کیا اور اپنا زادراہ ایثار کرکے اپنا حج ملتوی کردیا تو میں نے اللہ جل شانہ سے دعا کی کہ وہ اس کا نعم البدل تجھے عطا فرمائے۔ حق تعالیٰ جل شانہ نے ایک فرشتہ تیری صورت بنا کر اس کو حکم فرمادیا کہ وہ قیامت تک ہر سال تیری طرف سے حج کیا کرے اور دنیا میں تجھے یہ عوض دیا کہ چھ سو درہم کے بدلہ چھ سو دینار (اشرفیاں) عطا کیں۔ تو اپنی آنکھ کو ٹھنڈی رکھ۔ پھر حضور نے بھی یہی الفاظ ارشاد فرمائے" من عاملنا ربح۔ ربیع کہتے ہیں کہ جب میں سو کر اٹھا تو اس تھیلی کو کھولا تو اس میں چھ سو اشرفیاں تھیں۔

(شکریہ دارالسلام مئی ۱۹۹۶ء)

کچھ اہم شہدائے اسلام کی شہادت کی تاریخیں

ڈاکٹر باردانے رشید مدنی

اللہ کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ وفات ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ ہے۔

خلیفۂ اول حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تاریخ وفات ۲۲ جمادی الثانیہ ۱۳ھ ہے۔

۱۔ خلیفۂ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تاریخ شہادت یکم محرم ۲۴ھ ہے۔

۲۔ خلیفۂ سوم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی تاریخ شہادت ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ ہے۔

۳۔ خلیفۂ چہارم حضرت علی رضی اللہ کی تاریخ شہادت ۱۷ رمضان ۴۰ھ ہے۔

۴۔ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب چچا سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی تاریخ شہادت ۱۵ شوال ۳ھ ہے۔

۵۔ شہدائے بدر کے ۱۴ شہیدوں کی تاریخ شہادت ۱۷ رمضان ۲ھ ہے۔

۶۔ شہدائے احد کے ستر شہیدوں کی تاریخ شہادت ۷ شوال ۳ھ ہے۔

۷۔ حضرت عبداللہ بن زبیر کی شہادت جمادی الآخرہ ۷۳ھ میں ہوئی۔

۸۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی تاریخ وفات کسی مستند تاریخ میں مل نہ سکی البتہ ۵۰ھ تھا۔ چونکہ آپ کو زہر دیا گیا تھا لہٰذا آپ بھی شہید ہیں۔ شیعہ حضرات نے ۲۸ صفر تاریخ لکھی ہے۔

محرم ۶۱ھ میں واقعہ کربلا پیش آیا، ۱۰ محرم ۶۱ھ کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے میدان کربلا میں شہید ہوگئے، ان شہداء میں حضرت ابوطالب کے خاندان کے درج ذیل حضرات تھے۔ اس لڑائی میں حضرت علی اصغر بنی حضرت زین العابدین جن کی عمر اس وقت ۲۳ سال تھی اور وہ بیمار تھے۔ وہ بچ گئے تھے۔ (یہ اسماء تاریخ طبری سے نقل کئے جارہے ہیں)۔

(۱) حضرت حسینؓ (۲) حضرت جعفرؒ (۳) حضرت عباسؒ (۴) حضرت محمدؒ (۵) حضرت عثمانؒ، (۶) حضرت ابوبکرؒ یہ چھ کے چھ حضرات، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیٹے تھے۔ (۷) حضرت علی اکبرؒ (۸) حضرت عبداللہ شیر خوار یہ دونوں حضرات، حضرت حسینؓ کے بیٹے تھے۔ (۹) حضرت عبداللہؒ (۱۰) حضرت قاسمؒ (۱۱) حضرت ابوبکرؒ یہ تینوں حضرات حضرت حسن بن علیؓ کے بیٹے تھے۔ (۱۲) حضرت عبدالرحمٰنؒ (۱۳) حضرت عبداللہؒ (۱۴) حضرت جعفرؒ یہ تینوں حضرات حضرت عقیل بن ابی طالب کے بیٹے تھے۔ (۱۵) حضرت عبداللہؒ یہ حضرت مسلم بن عقیلؓ کے بیٹے تھے۔ (۱۶) حضرت محمدؒ، ابوسعید بن عقیل کے بیٹے تھے۔ (۱۷) حضرت عونؒ (۱۸) حضرت محمدؒ یہ دونوں حضرات حضرت عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب کے بیٹے تھے۔

حضرت عقیلؓ کے ایک بیٹے حضرت مسلم واقعہ کربلا سے پہلے ۸ ذی الحجہ ۶۰ھ کو کوفہ میں شہید کئے گئے

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ (البقرہ)

جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے ان کو مردہ مت کہو، وہ زندہ ہیں لیکن تم ان کی زندگی کا شعور نہیں کر پاتے ہو۔

شعر اسلام

علامہ اقبال کا عرفانِ نفس اور جذب و شوق

محمد عاصم عثمانی محمد فاضل (مکہ مکرمہ)

اقبال کی شخصیت کے وہ شعری عناصر جس نے اقبال میں ایک مخصوص قسم کی گوناگونی رنگارنگی پیدا کردی اور جس نے اقبال کو ان کے ہم عصروں سے زیادہ دل آویز بحث، کشش اور جاذب نظر بنا دیا۔ اس میں چند ایسے عناصر ہیں جن کا تعلق اقبال کی علمی و ادبی اور تعلیمی کوششوں سے بہت ہی کم ہے۔ اقبال کی شخصیت میں جو جامعیت، بلندی فکر و خیال، سوز، درد کشش اور جاذبیت نظر آتی ہے، ان کا تعلق اقبال کی زندگی کے اس رُخ سے ہے جسے ہم یقین اور ایمان کہتے ہیں۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ ان کا یہ مقام ان کی حاصل کردہ دنیاوی قابلیت نہیں بلکہ ایسا تعلیمی ادارہ ہے جس میں اقبال نے تعلیم و تربیت حاصل کی، بڑھے اور پروان چڑھے اور میرا خیال ہے کہ اکثر کا ذہن اس خصوص "ادارہ" کی تلاش و جستجو میں پریشان ہوگا۔ وہ ایک ایسا ادارہ ہے کہ جس نے اس میں تعلیم و تربیت حاصل کی، اس کی ناکامی کا کوئی سوال نہیں، جو وہاں سے نکلا فائز ہی ہوسکتا۔ وہ ایک ایسا ادارہ ہے کہ جہاں سے صرف ائمہ فن، مجتہدین فکر، واضعین علوم، قائدین فکر و اصلاح۔ اور مجددین امت ہی پیدا ہوتے ہیں۔ یہ "ادارہ" اور مدرسہ ہر جگہ اور ہر زمانہ میں پایا جاتا ہے دراصل یہ ایک مدرسہ ہے، جو ہر ایک انسان کے ساتھ پیدا ہوتا ہے وہ ہے دل کا مدرسہ اور ضمیر و وجدان کا دبستان۔

وہ شعری عناصر جنھوں نے اقبال کی شخصیت کو بنایا، بڑھایا۔ اور پروان چڑھایا۔ وہ دراصل اقبال کو اپنے اسی داخلی مدرسہ میں حاصل ہوئے۔ یہ پانچ شعری عناصر ہیں جنھوں نے اقبال کی شخصیت کو "زندۂ جاوید" بنا دیا۔

ان میں پہلا عنصر "ایمان و یقین" ہے یہی اقبال کا پہلا مربی اور مرشد ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اقبال اسلام اور اس کے پیغام کے بارے میں نہایت راسخ الایمان تھے، اور رسولؐ کے ساتھ ان کی محبت، شغف اور ان کا اخلاص انتہائی درجہ کا تھا۔ فرماتے ہیں۔

وہ دانائے سُبل ختم الرُّسل مولائے کل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیٔ سینا

اس دورِ مادیت اور مغربی تہذیب و تمدن کی ظاہری چمک دمک سے اقبال کی آنکھیں خیرہ نہ ہوسکیں حالانکہ اقبال نے جلوۂ دانشِ فرنگ میں زندگی کے طویل ایام گزارے، اگر آپ تاریخ کا مطالعہ کریں تو یہ حقیقت عیاں ہوجائے گی کہ درحقیقت رقت انگیز شعر، عمیق فکر، روشن حکمت، بلند معنویت، نمایاں شجاعت، نادر شخصیت اور عبقریت (GENIUS) کا حقیقی منبع و سرچشمہ محبت و یقین ہی ہے۔ اور تاریخ عالم میں جو کچھ بھی انسانی کمالات یا دائمی آثار نظر آتے ہیں وہ سب کے سب اس محبت و یقین کے مرہون منت ہیں۔ ؎

نقش ہیں سب ناتمام خونِ جگر کے بغیر
نغمہ ہے سودائے خام خونِ جگر کے بغیر

بڑی غلط فہمی میں ہیں وہ لوگ جو یہ سمجھتے ہیں کہ شعراء کو ان کی فطری قوت تخیل شاعری، لفظوں کا حسن انتخاب، معانی کی بلاغت انھیں ایک دوسرے سے ممتاز کردیتی ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے، حقیقت یہ ہے کہ ان میں فضیلت و بلندی کا دارومدار محبت و اخلاص ہی پر ہے۔

اقبال کے کلام کا مطالعہ کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اقبال کا کلام ہمارے جانے پہچانے شعراء سے بہت کچھ مختلف ہے، ان کا کلام ہمارے شعور و احساس قلب و وجدان اور اعصاب میں حرکت و حرارت، سوز و گداز، درد و تپش پیدا کر دیتا ہے، پھر ایک شعلہ جوالہ بن کر بھڑک اٹھتا ہے جس کی گرمی سے مادیت کی زنجیریں پگھل جاتی ہیں۔ فاسد معاشرہ اور باطل قدروں کے ڈھیر جل کر فنا ہوجاتے ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ شاعر کس قدر طاقتور ایمان، پُردرد، پُرسوز اور بے چین روح رکھتا ہے۔

خیرہ نہ کرسکا مجھے جلوۂ دانشِ فرنگ
سُرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف

عذابِ دانشِ حاضر سے باخبر ہوں میں
کہ میں اس آگ میں ڈالا گیا ہوں مثلِ خلیلؑ

اقبال کی شخصیت کو بنانے والا دوسرا عنصر وہ ہے جو آج ہر مسلمان گھر میں موجود ہے میری مراد قرآن مجید سے ہے۔ اقبال کی زندگی پر یہ عظیم کتاب جس قدر اثر انداز ہوئی اتنا کسی کتاب نے ان پر ایسا اثر نہیں ڈالا۔ اقبال نے خود اپنے قرآن مجید پڑھنے کے سلسلے میں واقعہ بیان کیا ہے کہ ان کا ہمیشہ کا دستور تھا کہ روزانہ بعد نماز فجر قرآن مجید کی تلاوت کیا کرتا۔ میرے والد صاحب روز مجھ سے پوچھتے کہ کیا کر رہے ہو، میں کہتا قرآن پڑھ رہا ہوں۔ ایک دن میں نے ان سے پوچھا کہ آپ مجھ سے روز یہی سوال کرتے ہیں تو انھوں نے جواب دیا کہ میں تم سے کہنا چاہتا ہوں کہ تم قرآن اس طرح پڑھو کہ جیسے قرآن تم پر اسی وقت نازل ہو رہا ہے اس کے بعد سے اقبال نے قرآن برابر سمجھ کر پڑھنا شروع کردیا اور اس کا اظہار یوں فرماتے ہیں ؎

ترے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزول کتاب
گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحب کشاف

جوں جوں ان کا مطالعۂ قرآن بڑھتا گیا ان کے فکر میں بلندی اور ایمان میں زیادتی ہوتی گئی۔ وہ قرآن پڑھتے، سوچتے، بولتے قرآن مجید ہی ان کی وہ محبوب کتاب تھی جس سے ان پر نئے نئے علوم کا انکشاف ہوتا۔

تیسرا عنصر جس کا اقبال کی شخصیت کی تعمیر میں بڑا دخل ہے، وہ "عرفانِ نفس" اور خودی ہے علامہ اقبال نے عرفانِ ذات پر بہت زور دیا ہے انسانی شخصیت کی حقیقی تعمیر ان کے نزدیک منت کشِ "خودی" ہے جب تک عرفانِ ذات نہ حاصل ہو، اس وقت تک زندگی میں نہ سوز و مستی ہے اور نہ جذب و شوق! جیسا کہ فرماتے ہیں ؎

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سُراغِ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن، اپنا تو بن

من کی دنیا! من کی دنیا سوز و مستی جذب و شوق
تن کی دنیا! تن کی دنیا، سود و سودا مکر و فن

ان کے کلام میں معنوی بلندی کے ساتھ ساتھ لفظوں کی بندش ہم آہنگی، اتار چڑھاؤ، روانی و تسلسل اور موسیقیت اس قدر زیادہ ہے کہ بار بار پڑھنے کا جی چاہتا ہے۔

اقبال کا تصور خودی خود اقبال میں اس قدر رچ بس گیا کہ ان کی زندگی عرفانِ نفس کا نمونہ تھی اسی عرفان نفس کا نتیجہ تھا کہ اقبال نے اس رزق پر موت کو ترجیح دی، وہ مرد فقیر اقبال کے خیال میں زیادہ بہتر ہے جس کی فقیری میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خو بو اور ان کا اُسوہ ہو، اور حق تو یہ ہے کہ اس کے بعد ہی یہ جرأت سے اظہار کرسکتا ہے۔ ؎

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

یہ عرفانِ نفس ہی کا کرشمہ تھا جس نے اقبال کو ہر قسم کی فکری گمراہی اور ادبی بے راہ روی سے محفوظ رکھا، حالانکہ یہی دونوں چیزیں ہمارے عام ادباء و شعراء اور مصنفین کو ہر چراگاہ میں منہ مار لینے، ہر وادی میں بھٹکنے اور ہر موضوع پر لکھنے کے لیے آمادہ کرتی ہیں خواہ وہ ان کے عقیدہ و خیال کے موافق ہو یا نہ ہو۔

اقبال کی شاعری اسلام کی دعوت اور قرآن کا پیغام تھا اور انھوں نے اپنے اشعار کے ذریعہ خوابِ غفلت میں پڑی ہوئی قوم کو بیدار کردیا اور یہ سب کچھ صرف اس وجہ سے ہوا کہ اقبال نے اپنے آپ کو پہچانا، اپنی خداداد شخصیت و قوت کا صحیح اندازہ کیا۔

چوتھا عنصر جس نے اقبال کی شخصیت کو پروان بڑھایا اور ان کی شاعری کو نت نئے معانی، افکار کی جولانی اور قوت تاثیر عطا کی وہ ان کی آہِ سحر گاہی کا سرچشمہ ہے۔ اخیر شب میں اقبال کا اٹھنا اور اپنے رب کے سامنے سجدہ ریز ہوجانا پھر گڑگڑانا اور رونا یہی چیز تھی جو اس کی روح کو ایک نیا نشاط اس کے قلب کو ایک نئی روشنی اور ان کو ایک نئی فکری غذا عطا کرتی ہے، بڑے سے بڑے عالم و زاہد اور حکیم و مفکر اس سے مستغنی نہیں ؎

عطار ہو رومی ہو رازی ہو غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی

نہ بچھی لذت آہِ سحر گہی مجھ سے
نہ کرنگے سے تغافل کو التفات آمیز

وہ جوانوں میں بھی اپنی اس آہ و سوز اور درد و تپش کو دیکھنے کی تمنا کرتے تھے۔ اور دعائیں کرتے تھے۔ ؎

جوانوں کو سوزِ جگر بخش دے
مرا عشق، میری نظر بخش دے

جوانوں کو مری آہِ سحر دے
تو ان شاہین بچوں کو بال و پر دے
خدایا آرزو میری یہی ہے
مرا نور بصیرت عام کر دے

پانچواں عنصر جس نے اقبال کی شخصیت میں اہم حصہ لیا ہے وہ مولانا جلال الدین رومی کی "مثنوی معنوی" ہے جو فارسی زبان میں وجدانی تاثر اور اندرونی شدت کی بنا پر لکھی گئی ہے۔ اسلامی کتب خانے میں اپنے انداز پر یہ ایک بے نظیر و بے مثال کتاب ہے۔ اس دور جدید میں جبکہ اقبال کو یورپ کے مادی و عقلی بے روح افکار و خیالات سے سابقہ پڑا اور مادۂ روح کی کشمکش

اَن دیکھی منزل

بڑھاپا بہت بڑی نعمت ہے، بڑھاپے میں جوانی کی ساری لذتیں چھوٹ جاتی ہیں۔ لوگ اس سے پریشان ہوتے ہیں لیکن عارفین کہتے ہیں کہ بڑھاپا پریشانی کی چیز نہیں، بلکہ نعمت کبریٰ ہے۔ اول اس لئے کہ دنیا سے بے رغبتی اور اس کی لذتوں سے اعراض اللہ کو بہت محبوب ہے، ہم ایسے کہاں تھے کہ خود لذات دنیا کو ترک کرتے؟ اللہ تعالیٰ نے احسان عظیم فرمایا کہ ہم سے آلات لذت چھین کر ہمیں دنیا کی لذتوں سے بے رغبتی کا مزہ چکھا دیا۔ سبحان اللہ! کیا احسان ہے؟ کہ ہم خود تارک الدنیا نہ بنے تو زبردستی ہم سے دنیا چھڑا دی جس طرح ماں زبردستی اپنے بچے کا دودھ چھڑا دیتی ہے دم بدم یہ کہ اب ہم موت کی دہلیز پر کھڑے ہیں قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھے ہیں مرتے ہی ہم سے دنیا کی ساری لذتیں ہی نہیں بلکہ خود دنیا ہی چھوٹ جائے گی۔ بڑھاپے کے ذریعہ اللہ تعالیٰ پہلے ہی سے اس کی مشق کرا دیتے ہیں۔ جس طرح دلہن کو مایوں بٹھایا جاتا ہے، سوم یہ کہ وہ بوڑھا ہو کر آدمی آخرت کی تیاری شروع کر دیتا ہے۔ کیونکہ جانتا ہے کہ اب چل چلاؤ ہے۔ توبہ کرتا ہے، گناہوں کی معافی مانگتا ہے، جو قویٰ جوانی سرد ہو چکی ہیں ان کی تلافی کرتا ہے، اور بڑھاپے کی بدولت ان چیزوں کی توفیق ہو جانا احسان عظیم ہے۔ اس لئے عارفین کہتے ہیں۔ "الشیب بوید الموت" یعنی بڑھاپا موت کا قاصد ہے، اور جب قاصد بلاوا لے کر آجائے تو آدمی کو چاہئے کہ سب کچھ چھوڑ کر سفر کی تیاری کرے، (اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے)، یہاں تک کے مراحل تو ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لئے، لیکن اس کے بعد کے جو مراحل ہیں وہ ابھی ہمارے سامنے نہیں، ان میں سب سے پہلے موت کا مرحلہ ہے، پھر قبر کا مرحلہ، پھر حشر کا مرحلہ ہے، پھر حساب و کتاب کا مرحلہ ہے، پھر پل صراط پر سے گذرنا ہے، اس کے بعد ہماری آخری منزل آنے والی ہے، جنت یا دوزخ۔

دُعائے مغفرت

مولانا حکیم نظام الحق صاحب (مہتمم ادارۂ تعلیمیہ محمدیہ لکھیم پور) کی اہلیہ اور مولانا محمد رضوان صاحب ندوی (دارالعلوم ندوۃ العلماء) کی خوش دامن کا ان کے آبائی وطن قصبہ محمدی میں مورخہ ۷ اگست ۱۹۹۷ء بروز جمعرات انتقال ہوگیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

مرحومہ تعلیم یافتہ، دیندار، اور اہل اللہ سے محبت رکھنے والی خاتون تھیں خصوصاً حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ سے عقیدت مندانہ تعلق تھا ان کی کتابوں کو بہت شوق سے پڑھتی تھیں تعمیر حیات کی بڑی قدر داں تھیں اور ماہنامہ رضوان (لکھنؤ) بھی پابندی سے پڑھتی تھیں ان کے پانچ فرزندوں میں سے تین فاضل دیوبند ہیں جبکہ دو نے دارالعلوم ندوۃ العلماء سے فراغت حاصل کرنے کے بعد دارالعلوم دیوبند سے بھی استفادہ کیا ایک بیٹا مطیع الحق ندوی مکتبہ ندویہ دارالعلوم ندوۃ العلماء کے منیجر ہیں ان کی ایک بیٹی محترمہ سعیدہ رضوان ندوی جامعۃ الصالحات الاسلامیہ دوگا بکھنؤ کی ناظمہ ہیں اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے اور ان کو اپنے سایۂ عاطفت میں جگہ دے (آمین) قارئین تعمیر حیات سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

اپنے عروج کے ساتھ۔ سامنے آئی تو اس قلبی اضطراب اور فکری انتشار کے موقع پر اقبال نے مولانا روم کو اپنا کامل رہنما تسلیم کر لیا

صحبتِ پیرِ روم نے مجھ پہ کیا یہ راز فاش
لاکھ حکیم سر بجیب ایک کلیم سر بکف

علاج آتش رومی کے سوز میں ہے ترا
تری خرد پہ ہے غالب فرنگیوں کا فسوں
اسی کے فیض سے میری نگاہ ہے روشن
اسی کے فیض سے میرے سبو میں ہے جیحوں

اقبال اس بیسویں صدی کے خالص صنعتی و مادی دور میں پھر کسی "رومی" کے منتظر ہیں، ان کے نزدیک مادیت کا زنگ عشق کی بھٹی ہی میں صاف ہو سکتا ہے اور اس کے لیے آتش رومی کی ضرورت ہے۔

نہ اٹھا پھر کوئی رومی عجم کے لالہ زاروں سے
وہی آب و گل ایران وہی تبریز ہے ساقی

دعائے مغفرت

دارالعلوم ندوۃ العلماء سے خاص تعلق رکھنے والے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی کے عقیدتمند اور جے پور کے تبلیغی جماعت کے ساتھی الحاج جناب عبدالقیوم صاحب ۱۰ اگست ۱۹۹۷ء کو انتقال فرما گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

مرحوم شریعت کے پابند نیک طینت صاحب خیر اور غریب پرور انسان تھے۔ وہ علمی، دینی، رفاہی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ دارالعلوم ندوۃ العلماء کے سفراء ابتداءً انہیں کے یہاں قیام کرتے تھے۔ اپنے صاحبزادہ عبدالحی کو ندوہ پڑھنے بھی بھیجا جو اب صاحب اولاد اور ان کے جانشین ہیں قارئین تعمیر حیات سے دعائے مغفرت و ایصال ثواب کی درخواست ہے۔

مطلقہ عورت کے بچوں کی پرورش سپریم کورٹ کا فیصلہ

رپورٹ

شریعت اسلامی کی تائید ہے

سپریم کورٹ نے مطلقہ عورتوں کے بچوں کے بارے میں دستور ہند کی دفعہ ۱۲۵ کے حوالہ سے فیصلہ صادر کرتے ہوئے کہا ہے کہ اگر مطلقہ عورت کے پاس توان کی نگہداشت و پرورش کے اخراجات طلاق دینے والے خاوند پر ہی عائد ہوتے ہیں جب تک بچے بالغ نہ ہو جائیں اور جب تک خود کفیل نہ ہوں اور اگر لڑکیاں ہیں تو جب تک ان کا نکاح نہ ہو جائے۔

سپریم کورٹ کے اس فیصلہ پر اپنا ردعمل ظاہر کرتے ہوئے شعبۂ عربی لکھنؤ یونیورسٹی کے پروفیسر محمد یونس نگرامی نے جو رابطہ عالم اسلامی مکہ کے مشیر اور مسلم اٹلیکچول سوسائٹی کے چیئرمین بھی ہیں کہا ہے کہ سپریم کورٹ کا فیصلہ درحقیقت شریعت اسلامی کی تائید ہے اور آج سے چودہ سو برس پہلے ہی یہ انقلابی اور دانشورانہ قدم اٹھایا جا چکا تھا جس کی تفصیل فقہ کی کتابوں میں دیکھی جا سکتی ہے۔

پروفیسر یونس نگرامی نے کہا کہ ہندوستانی میڈیا جس طرح اس فیصلہ کو تاریخی اور انقلابی فیصلہ قرار دے رہا ہے وہ مسلم ثقافت تہذیب شریعت سے ناواقفیت کی روشن مثال ہے انھوں نے مزید اپنے بیان میں کہا ہے کہ قومی صحافت نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ سپریم کورٹ کئی برسوں سے اپنے تاریخ ساز و مدبرانہ فیصلوں سے حکومت کو برابر دستور ہند کی دفعہ ۴۴ کی طرف متوجہ کر رہا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ حکومت ہر ہندوستانی شہری کے لیے یکساں سول کوڈ نافذ کرنے کی کوشش کرے گا

پروفیسر نگرامی نے کہا کہ یہ کہنا کی کوشش ہندوستانی تہذیب ثقافت کی روح کے خلاف ہے اور ایک تہذیب ایک ثقافت ایک زبان کا مطالبہ ایک خاص ذہنیت کا غماز ہے اور جس کی وجہ سے آج تک یکجہتی کی کوششیں کامیاب نہیں ہو سکی ہیں پروفیسر نگرامی نے کہا کہ اس طرح کا مطالبہ قوموں، مذہبوں ثقافتوں کے مطالعہ کا غیر منطقی نتیجہ ہے جس سے ملک کو نقصان پہنچ جانے کا اندیشہ ہے۔

انھوں نے مسلم دانشوروں، علماء اور دعوت کے کام میں مصروف حضرات سے اپیل کی ہے کہ وہ اسلام کے سماجی و عائلی قوانین کی خوبیوں سے برادران وطن کو روشناس کرائیں کہ دعوت اسلامی کی طرف یہ ایک بڑا اور مثبت قدم ہوگا، نیز ذرائع ابلاغ جو غلط فہمیاں پیدا کر رہا ہے اس کی صحیح تصویر اہل وطن کے سامنے لانے کی ضرورت ہے اور یہ ہمارا فریضہ ہے۔

پروفیسر نگرامی نے اس سلسلے میں ایک پرائیویٹ ٹی وی چینل کی جلد بازی پر اظہار افسوس کیا کہ اس نے اس فیصلے کو شاید شاہ بانو طرز کا کوئی فیصلہ سمجھا اور اس خبر کو اپنے بلیٹن میں فلیش کرتے ہوئے ایسی خوشی کا اظہار کیا گویا اس نے نیا میدان جیت لیا ہو۔

اس سلسلے میں اس چینل نے ہمارے دو ایک مسلم عمائدین اور علماء سے انٹرویو بھی لے ڈالے ان علماء کی تصاویر کے نیچے ان کے نام کے جو کیپشن آئے ان کے سامنے لکھا تھا "دارالوادی عالم (شیخ خیال) فلاں صاحب اجیرت اس بات پر ہے کہ ہمارے

ان دانشوروں نے اس فیصلے کی حمایت کی تعریف کی لیکن کسی کی زبان سے یہ جملہ نہیں نکلا کہ یہ کوئی نئی بات نہیں بلکہ یہی فرمان نبی ہے، یہی ہمارے اسلاف کا قانون ہے اور یہی سچا اسلامی فیصلہ ہے جو قرآن اور حدیث کی روشنی میں ہوا ہے۔

انھوں نے کہا کہ اگر ہمارے علماء جو دعوت کا کام کرتے ہیں وہ اگر اس یلغار اور شب خون سے غافل رہے تو یقیناً ہمارا ہی قانون ہمارے لیے نیا کہہ کر پیش کیا جائے گا۔ اور ہماری آنے والی نسلیں ہمیں تصوروار اور ان کو روشن خیال تصور کریں گی اور مذہب سے متعلق ان کا نظریہ کمزور ہوگا۔

(بشکریہ قومی آواز، مورخہ ۷ اگست ۱۹۹۷ء)

دعائے مغفرت

مولانا محمد یوسف بستوی کی اہلیہ طویل علالت کے بعد پچھلے دنوں رحلت فرما گئیں وہ اسی سال کی تھیں، تقریباً دو سال پہلے مولانا یوسف صاحب مرحوم کا ایک حادثہ میں انتقال ہو گیا تھا اسی وقت سے مرحومہ تقریباً صاحب فراش ہو گئی تھیں بڑی نیک طینت، عابدہ، زاہدہ اور غریبوں کی ہمدرد اور بہی خواہ خاتون تھیں۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے۔

● نگراں تعمیرات ندوۃ العلماء جناب محمد علی مغفری کی بھاوج محترمہ صادقہ بیگم کا مورخہ ۲ اگست ۱۹۹۷ء کو ۹۲ سال کی عمر میں لکھنؤ میں انتقال ہو گیا۔

انا للہ و انا الیہ راجعون

مرحومہ صوم و صلوٰۃ کی پابند اور عبادت گذار خاتون تھیں

● تعمیر حیات کی قدر داں اور مضمون نگار ڈاکٹر صفیہ نسیم کی بہن سیدہ منیر ایک طویل علالت کے بعد ۱۵ جولائی ۱۹۹۷ء کو علی گڑھ میں انتقال ہو گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

مرحومہ بہت دیندار، مخلص اور غریب پرور خاتون تھیں تعمیر حیات بڑی پابندی کے ساتھ پڑھتی تھیں۔

تمام کرام سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

ایمان اور عمل صالح

محمد ارشد اعظمی (مکہ مکرمہ)

انسان کی کامیابی ایمان اور عمل صالح میں ہے۔ ساری انسانی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ جن لوگوں نے انبیاء کی بات مانی، جو ایمان لائے اور اعمال صالحہ کئے وہ کامیاب ہوئے، اور جو ایمان نہ لائے بغاوت کی وہ تباہ و برباد کر دیئے گئے۔ چاہے وہ نہایت طاقت ور ہی کیوں نہ رہے ہوں۔ اللہ کے پاس اس زمانے کی ٹکنالوجی ہی کیوں نہ رہی ہو۔ قوم عاد بڑے لمبے تڑنگے ہوا کرتے تھے انھیں اپنی طاقت پر ناز ہو گیا تھا چنانچہ وہ کہا کرتے تھے کہ ہم سے طاقت ور کون ہو سکتا ہے؟ "مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً" وہ سمجھتے تھے کہ اگر کوئی عذاب وغیرہ آیا تو وہ پہاڑوں پر چڑھ کر اپنے آپ کو بچا لیں گے تو اللہ نے انھیں آندھیوں کے ذریعہ تباہ کر دیا۔ ان کے بعد قوم ثمود نے عذاب سے بچنے کے لئے پہاڑوں میں گھر تراش لئے تھے کہ وہ ان میں سیلاب اور آندھیوں سے محفوظ رہ سکیں گے۔ چنانچہ انھیں ایک چیخ سے ہلاک کر دیا گیا۔

کامیابی ایمان اور عمل صالح ہی میں قیامت تک رہے گی۔ چاہے ٹکنالوجی اور سوپر ٹکنالوجی کا زمانہ ہو۔ نیویارک میں روزانہ تین سو سے زیادہ کاریں چوری ہوتی ہیں، وہ نیویارک جہاں امن قائم کرنے کے لئے سنہ ۱۹۴۵ء میں اقوام متحدہ قائم کی گئی۔ اس کی بعض اسٹریٹ میں بھی جانے سے لوگ ڈرتے ہیں۔ مغرب کے ممالک جو امن قائم کرنے کی بات کرتے ہیں وہ خود وار انڈسٹری (WAR INDUSTRY) قائم کئے ہوئے ہیں۔ ان کے اعلیٰ ترین ذہن کے ساٹھ فیصد لوگ جدید ترین ٹکنالوجی کے اسلحے بنانے میں مصروف ہیں امریکہ میں سب سے بڑی انڈسٹری وار انڈسٹری ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجاز کے پسماندہ ترین علاقے میں یہ دعوت نہیں دی کہ انڈسٹری قائم کر لو یا کالجز کھول لو کامیاب ہو جاؤ گے بلکہ آپ نے ایمان اور عمل صالح کی دعوت دی پھر تاریخ شاہد ہے کہ عرب کے ان بدوؤں میں جب ایمان اور عمل صالح آیا تو تھوڑے دنوں کے اندر دنیا ان کے قدموں میں آگئی۔ مدینہ میں اشرفیاں اس طرح آگئیں جیسے گھروں میں غلہ اور اناج ہوا کرتا ہے۔ لیکن ان لوگوں میں لالچ پیدا نہیں ہوا۔ ایک زمانہ تک مدینہ میں پکے مکان نہیں بنائے گئے انھوں نے دنیا میں مسافر کی طرح زندگی گزار دی۔

مسلمان تاجر جن کے پاس ایمان تھا ان کی عملی زندگیوں نے لوگوں کے دل جیت لئے اور لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہو گئے۔ سترہ سال کے محمد بن قاسم نے پورے ہند و سندھ کو مسلمان بنا دیا وہاں کے رسم الخط کو عربی میں بدل دیا طارق ابن زیاد نے اسپین جا کر کشتیاں جلا دیں، پھر تو آٹھ سو سال تک مسلمانوں نے وہاں حکومت کی۔

اگر ایمان اور عمل صالح نہ ہو تو پھر تعلیم اقتدار ڈگریاں بھی عزت نہیں دلا سکتیں۔ اللہ کی مدد عمل صالح پر آتی ہے، جب مسلمان اللہ کے احکام پر عمل پیرا ہوتا ہے تو ساری خدائی طاقت اس کے ساتھ ہوتی ہے اور جب وہ اپنے فرض منصبی سے ہٹ جاتا ہے تو اس کی حفاظت ختم کر دی جاتی ہے اور اللہ کی مدد اٹھا لی جاتی ہے۔

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام کی

کی اہم پیش کش:

سیرت سلطان ٹیپو شہید

از:-

محمد الیاس ندوی

استاذ جامعہ اسلامیہ بھٹکل

سائز ۲۰×۲۶/۸ ـــــ صفحات ۶۰۰ ـــــ قیمت =/۱۰۰ روپے

ملنے کے پتے:- مکتبہ ندویہ ندوۃ العلماء لکھنؤ۔ الفرقان بکڈپو نظر آباد لکھنؤ۔ مکتبہ اسلام گوئن روڈ لکھنؤ

سوال و جواب

محمد طارق ندوی

س:- میت کے جنازہ کے آگے چلنا چاہئے یا پیچھے؟

ج:- جنازہ کے پیچھے چلنا افضل اور مستحب ہے جنازہ سامنے اور آگے رہنے میں عبرت اور نصیحت بھی ہے۔ اور میت کی تعظیم بھی ہے۔

س:- انکم ٹیکس سے بچنے کے لیے لائف انشورنس کا کا ممبر بنا جا سکتا ہے یا نہیں؟

ج:- نہیں! لائف انشورنس کروانا جائز نہیں ہے ٹیکس سے بچنے کے لیے کسی جائز شکل کو اپنانا چاہئے۔

س:- اگر کسی جگہ کے بارہ آنہ لوگ سودی کاروبار کرتے ہیں اور وہی لوگ مسجد و مدرسہ میں چندہ دیتے ہیں، کیا ان سے چندہ لینا درست ہے جبکہ لوگوں کو معلوم بھی ہے کہ وہ سودی کاروبار کرتے ہیں۔

ج:- ہاں اکثر لوگوں کا کاروبار سود پر مبنی ہے تو جو حضرات حرام کما رہے ہیں، سودی کاروبار کر رہے ہیں ان سے رقم لے کر مسجد اور مدرسہ میں لگانا جائز نہ ہوگا۔

س:- ایک شخص اپنا پیشہ "سجادگی" بتاتا ہے کیا سجادہ نشینی کوئی پیشہ ہے؟

ج:- سجادہ نشینی کوئی پیشہ نہیں بلکہ ایک غلط طریقہ کمانے کے لیے اپنایا گیا ہے، اصل چیز ہے تعلق مع اللہ اور تعلق مع الرسول، اس تعلق کو مضبوط کرنا چاہئے۔ سجادہ بننا اور قبروں پر چڑھائی گئی چادروں اور چڑھاوؤں کی رقم استعمال کرنا از روئے شرع جائز نہ ہوگا۔

س:- میت کو دفنانے کے بعد قبر پر اذان دینے کو بعض لوگ جائز و مستحسن کہتے ہیں قرآن و حدیث یا ائمہ اربعہ کے اقوال سے ثابت ہے؟ اگر نہیں تو قبر پر اذان دینا سنت ہے یا بدعت؟

ج:- دفنانے کے بعد قبر پر اذان دینا صریح بدعت ہے اس کی کوئی اصل شریعت مطہرہ میں موجود نہیں۔

س:- شوہر اپنے بیوی کے جنازہ کا کندھا دے سکتا ہے یا نہیں؟

ج:- کندھا دے سکتا ہے شرعاً کوئی قباحت و ممانعت نہیں ہے۔

س:- نامحرم کو ایک بار سے زیادہ دیکھنا جائز نہیں، کیا اسی طرح اس کی تصویر کا بھی یہی حکم ہوگا؟

ج:- اچانک بلا قصد نامحرم پر نظر پڑ جانا اور پھر فوراً ہٹا لینا موجب گناہ نہیں ہے یہی حکم تصویر کا بھی ہے۔

دعائے مغفرت

مولانا محمد طارق صاحب ندوی استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء کے بڑے چچا جناب محمد ابراہیم کا مورخہ ۱۰ اگست ۱۹۹۷ء کو پانی گاؤں لکھنؤ میں انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم صوم و صلوٰۃ کے پابند ہونے کے ساتھ ساتھ دینی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ لوگوں کے ساتھ ہمیشہ ہمدردی کا معاملہ کرتے تھے۔

● مدرسہ بیت العلوم عبد اللہ گوپا گاؤں کے شیخ الحدیث مولانا محفوظ الرحمن قاسمی کا ۲ اگست ۱۹۹۷ء کو انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا بڑے متقی پرہیزگار، عابد و زاہد اور دیندار آدمی تھے۔ ان کا آبائی وطن ضلع بستی تھا لیکن عرصہ دراز سے مالیگاؤں میں تدریسی خدمات انجام دے رہے تھے۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے۔ قارئین کرام سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

بفضلہ

بہترین مٹھائیوں اور بیکری مصنوعات سے

وابستہ نام — سلیمان عثمان

شیریں رواج، شیریں مزاج

سلیمان عثمان مٹھائی والے

Fax: 009122-6341635 Telex: 011-79341 BARI IN

مطالعہ کی میز پر

تبصرے کیلئے کتابوں کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے!

محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی

نام کتاب : اسعاد النحو

تالیف : مولانا ابو سعود محمد عبید اللہ لاسعدی

صفحات ۶۲۔ سائز ۱۸×۲۲/۸ قیمت چودہ روپے

ملنے کا پتہ : مکتبہ رحمانیہ، ہتھورا باندہ (یو۔پی)

کسی بھی زبان کو سیکھنے اور سمجھنے کے لیے علم نحو اور علم صرف کا جاننا بے حد ضروری ہے کیونکہ نحو صرف کے قواعد زبان کو سیکھنے کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں۔

جہاں تک علم النحو کا تعلق ہے تو یہ وہ علم ہے جس کے ذریعہ انسان اپنی بات کو سلیقہ سے لکھنے پڑھنے اور بولنے کے لیے نحوی قواعد کی رعایت کرتے ہوئے مختلف کلمات کو ایک دوسرے سے جوڑ کر استعمال کرتا ہے تو وہ کہنے، بولنے اور لکھنے میں خطا و غلطی سے محفوظ رہتا ہے اور اس طرح اس کی تحریر اور عبارت میں جان پیدا ہو جاتی ہے اور پڑھنے عبارت اور تحریر قاری کے ذہن پر اثر ڈالتی ہے۔

اس موضوع پر پیش نظر کتاب "اسعاد النحو" ابتدائی درجات اور مبتدی طلباء کے لیے بہت آسان اسلوب میں مولانا محمد عبید اللہ لاسعدی صاحب نے تیار کر دی ہے جس میں علم نحو کے تمام قسم کے قواعد مع مثال بیان کر دیئے گئے ہیں جو مبتدی طلباء کے لیے بہترین تحفہ ہے

نام کتاب : مرقع اقبال

مرتبہ : جگن ناتھ آزاد

صفحات: ۸۰۔ قیمت : ۵۰ روپے۔

ملنے کا پتہ:۔ انجمن ترقی اردو ہند

اردو گھر راؤز ایونیو نئی دہلی ۲

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ صرف ایک شاعر ہی نہیں تھے بلکہ انھوں نے اپنی اردو اور فارسی شاعری کے ذریعہ جن افکار و خیالات اور جذبات کا اظہار کیا ہے وہ ان کو عام شعراء سے بالکل منفرد ایک جداگانہ اور ایک ممتاز حیثیت کا شاعر قرار دیتا ہے، علامہ کا مطالعہ بہت وسیع تھا وہ مشرق و مغرب کی طرز زندگی سے کماحقہ، واقف تھے۔ حسن و قبح کو پرکھنے کی خداداد صلاحیت بھی انھیں حاصل تھی۔

علامہ نے عظمت انسان اور انسانیت کو پہچانا بھی اور دوسروں کو اس سے روشناس کرانے کی سعی محمود بھی کی جس کا اقرار و اعتراف ہر صاحب علم و قلم اور حساس شخص کو ہے۔

اقبالیات پر دیسے تو سیکڑوں اہل قلم اور دانشوروں نے لکھا بھی ہے اور ریسرچ بھی کیا ہے لیکن عصر حاضر میں مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندوی مدظلہ نے نہ صرف یہ کہ اقبال کو سراہا اور اعتراف کیا ہے، بلکہ ان کی شخصیت پر اپنے متکلم گہربار سے عربی میں "روائع اقبال اور اردو میں "نقوش اقبال" تصنیف کر کے اقبالیات کو پڑھنے والوں اور ان کی شخصیت پر کام کرنے والوں کے لیے بہترین راہ ہموار کر دی ہے۔

اسی طرح جگن ناتھ آزاد نے تو علامہ اقبال کو اپنا مسیحا سمجھ کر ان پر بہت کچھ لکھا بھی اور پڑھا بھی اور ان کی شخصیت پر کئی کتابیں بھی تصنیف کیں جو یقیناً پڑھنے اور رہنمائی حاصل کرنے سے متعلق رکھتی ہیں۔

پیش نظر کتاب "مرقع اقبال" بھی انہیں کا ایک شاہکار ہے جس میں جگن ناتھ آزاد صاحب نے علامہ کی پوری زندگی کا خلاصہ اور عکس سند و تاریخ اور اعداد و شمار کے آئینے میں تصویروں کے ساتھ البم بنا کر پیش کر دیا ہے۔

اس کتاب میں علامہ اقبال کا شجرۂ نسب تعلیمی مدارج اور ان کی تاریخیں اساتذہ کا تذکرہ شعر و شاعری کی ابتدا اور ارتقاء، نظموں اور غزلوں کا ذکر، سیالکوٹ، لاہور سری نگر، پنجاب، یروشلم، فلسطین، لندن پیرس، اسپین میں تعلیمی سرگرمیوں اور کانفرنسوں میں شرکت کا تذکرہ مع تاریخ رقم ہے۔

آخر میں جگن ناتھ آزاد صاحب نے علامہ کی پوری زندگی کی تصویریں بھی شامل کر دی ہیں جو ہند و بیرون ہند میں مختلف

(باقی صـ ۱۷ پر)

مدرسہ چشمۂ فیض ململ کا تاریخی اجلاس

شمالی بہار کا ایک قدیم تعلیمی و تربیتی ادارہ ــــ تأثرات

(مولانا) محمد خالد ندوی غازی پوری

مدرسہ چشمۂ فیض شمالی بہار کے ضلع مدھوبنی میں واقع ایک مردم خیز قصبہ ململ کا قدیم مدرسہ ہے جس کی تأسیس تقریباً ڈیڑھ سو سال قبل ۱۲۴۶ھ میں عالم ربانی مولانا عبد الباری سلفی مچھلی شہریؒ کے دست مبارک سے ہوئی تھی مولانا مرحوم نے ایسے حالات میں ادارہ کو قائم کرنے کی سعادت حاصل کی جبکہ شمالی بہار میں کوئی ایسا دینی ادارہ نہ تھا جس سے مسلمان معاشرہ کے پیش آنے والے معاملات میں اپنی رہنمائی حاصل کر سکیں، اس مدرسہ نے بے شمار حفاظ کرام وائمہ مساجد پیدا کئے جن کے فیوض و برکات سے متعدد بستیاں سینکڑوں گھرانے اور ہزارہا قلوب علم قرآن کی روشنی سے منور ہو گئے اور چراغ سے چراغ جلتے رہے اور نہ صرف در بھنگہ بلکہ شمالی بہار کے بیشتر علاقے اس سے فیض پاتے رہے بیس سال سے مدرسہ کی نشأۃ ثانیہ عمل میں آئی ہے جو مدرسہ سے مخلصانہ تعلق رکھنے والوں کی جد و جہد خصوصاً مولانا وصی احمد صاحب صدیقی کے پیہم سعی و کوشش کا نتیجہ ہے خدا کے فضل و کرم سے اس عرصہ میں مدرسہ کی غیر معمولی ترقی ہوئی ہے، چار سال قبل عالمی شہرت کے حامل ادارہ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے مدرسہ کا الحاق ہو گیا جس کی وجہ سے مدرسہ کی کارکردگی اور مقبولیت میں اضافہ ہو گیا ندوۃ العلماء سے الحاق کے بعد طلبہ عالیہ اولیٰ شریعہ تک کی تعلیم مکمل کر کے ندوہ آنے لگے۔

اور لڑکیوں کی تعلیم کو بھی آگے جاری رکھا گیا۔ بفضلہ تعالیٰ سال گذشتہ طالبات کی پہلی جماعت نے عالمیت کا مرحلہ طے کیا اور امسال ان کو صحاح ستہ کی تعلیم دینے کا پروگرام مدرسہ کے ذمہ داروں نے بنا لیا۔ مخلص و باصلاحیت اساتذہ کی کمی جگہ کی تنگی اور وسائل کی کمی کے باوجود کارکنان مدرسہ نے لڑکیوں کی دینی تعلیم و تربیت کے لیے ایک مدرسۃ البنات کے قیام کا خاکہ تیار کر لیا جس میں درسگاہ کے ساتھ دار الاقامہ بھی ہے اس نیک کام میں سبقت خود مولانا وصی احمد صاحب صدیقی قاسمی مہتمم مدرسہ نے کی اور مدرسہ کے لیے ایک قیمتی زمین وقف کر دی، مشہور صاحب خیر جناب زاہد حسین صاحب مرحوم اور سیاہی سمیع الدین صاحب نے بھی اس موقع پر زمینیں مدرسۃ البنات کو عنایت کیں، اس جگہ مدرسۃ البنات کا سنگ بنیاد رکھا جانے والا تھا۔ اس کے لیے ایک تاریخ ساز اجلاس کا انعقاد کیا گیا، جس میں امارت شرعیہ بہار سے قاضی مجاہد الاسلام قاسمی مولانا نسیم صاحب نائب قاضی اور دیگر علماء کے علاوہ دار العلوم وقف کے استاد مولانا محمد جمیل صاحب قاسمی و دار العلوم ندوۃ العلماء سے استاذ ادب مولانا نذر الحفیظ صاحب ندوی اور راقم سطور نے بھی شرکت کی۔

۲۲ ذی الحجہ ۱۴۱۷ھ بعد نماز عشاء حضرت مولانا مجاہد الاسلام صاحب قاسمی کی صدارت میں جلسہ دستار بندی منعقد ہوا جس میں انیس ۱۹ حفاظ کرام کی دستار بندی ہوئی۔ قاضی صاحب نے مجمع عام سے خطاب فرمایا جس میں "إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ" کی روشنی میں حفظ قرآن کی اہمیت و افادیت پر محققانہ اور گہری نظر ڈالی اور قاضی صاحب کی دعا پر اس نشست کا اختتام ہوا۔

دوسرے دن ۲۳ ذی الحجہ ۱۴۱۷ھ کو بوقت عصر "جامعہ فاطمۃ الزہراء للبنات" کے لیے نئی عمارت کا سنگ بنیاد رکھا گیا اور قاضی صاحب کی رقت انگیز دعا پر اس نشست کا اختتام ہوا۔ بعد ازاں مولانا عبد الرب صاحب قاسمی کی صدارت میں تعلیمی مظاہرہ کا پروگرام منعقد ہوا اور بچیوں نے عربی، اردو، ہندی اور انگریزی تقریریں، مکالمے پیش کیے اور مولانا موصوف کے صدارتی خطبہ پر نشست کا اختتام ہوا۔

مدرسہ فاطمۃ الزہراء کی بچیوں کو بخاری شریف شروع کرائی تھی اس کی ذمہ داری ندوی پر ڈالی گئی الحمد للہ ایک گھنٹے کی افتتاحی تقریر کے ساتھ درس بخاری کا آغاز ہوا، شب میں عوامی جلسہ ہوا جو صبح تک چلتا رہا۔ حاضرین کی بڑی تعداد شریک اجلاس رہی خواتین کی بڑی تعداد نے بڑے ضبط کے ساتھ علماء کی تقریریں سماعت کیں مولانا مفتی جمیل احمد صاحب قاسمی کے علاوہ مولانا نذر الحفیظ صاحب ندوی اور راقم سطور نے جلسے کو خطاب کیا۔ اجلاس بہت کامیاب رہا۔ مدرسہ سے تعلق اور جناب مولانا وصی احمد صاحب کے تئیں حاضرین اور اہل قصبہ کی محبت و فدائیت کا اندازہ ہوا۔ مکمل غالب اکثریت کا مسلم قصبہ ہے آس پاس کے علاقوں میں بھی مسلم آبادی کافی ہے، ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس ادارے کو ترقیوں سے نوازے، (آمین)

مختصر

عالمی خبریں

معید اشرف ندوی

● سعودی عرب کے وزیر دفاع شہزادہ سلطان بن عبدالعزیز نے اپنے ایک انٹرویو میں بتایا کہ پہلی مرتبہ ملک نے زمین سے زمین کی سطح پر مار کرنے والے اپنے میزائیل کا کامیاب تجربہ "الخرج" میں کیا ہے، صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے انھوں نے کہا کہ سعودی عرب کے پاس زمین سے زمین پر ۳۵ سے ۶۰ کلومیٹر تک مار کرنے والے میزائیل ہیں اور یہ کوئی راز کی بات نہیں ہے۔ انھوں نے کہا کہ "الخرج" کے فوجی اڈے پر ہتھیاروں کی دیکھ بھال اور مرمت کا انتظام بھی ہے اور اب ہمیں اپنا فوجی ساز و سامان مرمت کے لئے باہر نہیں بھیجنا پڑے گا جس سے وقت اور رقم کی بچت ہوگی۔

● جنوبی افریقہ کے صدر ڈاکٹر نیلسن منڈیلا نے کہا کہ جنوبی افریقہ کی جدوجہد آزادی میں مسلمانوں اور اسلام کا بہت بڑا ہاتھ رہا ہے۔ آکسفورڈ یونیورسٹی کے اسلامی مطالعاتی مرکز میں تقریر کرتے ہوئے ڈاکٹر منڈیلا نے امید ظاہر کی کہ جنوبی افریقہ بہت جلد اقوام عالم کی برادری میں اپنا جائز مقام حاصل کرلے گا۔ براعظم افریقہ میں اسلام سب سے پہلے پہونچا تھا اور اب اس لئے اسلام اور عیسائیت کے درمیان تعاون پر جنوبی افریقہ کے مستقبل کا انحصار ہے۔

● اقوام متحدہ کے ٹریبونل نے بوسنیائی سرب باشندے دوشان ٹانچ کو بوسنیا میں مسلمانوں کے خلاف جنگی جرائم کا مرتکب ہونے پر ۲۰ سال قید کی سزا دی ہے، ٹریبونل نے دوشان ٹانچ کو ۱۹۹۲ء میں بوسنیائی مسلمانوں کے خلاف نسلی امتیاز برتنے کا مجرم پایا تھا۔

● ارجنٹینا کے شہر منداسا کی تاریخ میں پہلی مرتبہ ایک مسجد کا افتتاح عمل میں آیا ہے۔ منداسا ارجنٹینا کے دارالخلافہ سے ڈیڑھ ہزار کلومیٹر پر واقع ہے، قابل ذکر بات یہ ہے کہ مسجد کی تعمیر میں سعودی حکومت کی جانب سے خصوصی مالی تعاون کیا گیا تھا چنانچہ اس کے افتتاح کے موقع پر جہاں ملک کی بااثر دینی اور سماجی شخصیات نے شرکت کی وہیں سعودی عرب کی نمائندگی کرتے ہوئے ارجنٹینا میں سعودی سفیر بھی شریک ہوئے۔

● اقوام متحدہ اور دیگر بین الاقوامی تنظیموں کی رپورٹ کے مطابق اسلام ساری دنیا میں عیسائیت سے ۲۱٫۵ گنا تعداد میں آگے چل رہا ہے اور ورلڈ کرسچین انسائیکلوپیڈیا کی تازہ رپورٹ کے مطابق ۱۹۷۰ء میں ساری دنیا میں مسلمانوں کی تعداد ۳٫۷ بلین تھی جو دنیا کی آبادی کا ۱۵٫۳ فیصد بنتا ہے مگر اب مسلمانوں کی تعداد ۵٫۸۹ بلین ہو چکی ہے جو دنیا کی آبادی کا ۱۹٫۶ فیصد ہے اسلام اپنی اشاعت کے اعتبار سے ۱۹۷۰ء اور ۱۹۹۷ء کے درمیان ۴٫۳ گنا رفتار سے پھیل رہا ہے۔

پندرہ روزہ تعمیر حیات
ایک تحریک ہے، اس کی
توسیع اشاعت میں حصہ لیں۔

قنوج کے قدیم مشہور و معروف کارخانہ سے تیار کردہ خوشبودار عمدہ و اعلیٰ عطریات "شمامۃ العنبر، عطر گلاب، روح خس، عطر موتیا، عطر حنا، عطر گل، عطر کیوڑہ اس کے علاوہ فرحت بخش، دیرپا خوشبو ہول سیل ریٹ پر ملتے ہیں۔
ایک بار آزما کر خدمت کا موقع دیں۔
فون: ۳۴۴۴۵
محمد یٰسین محمد یامین تاجران عطر
ایکسپورٹر اینڈ امپورٹر۔ قنوج۔ یوپی — آئیڈیل پرفیوم سینٹر (پرائیوٹ لمیٹڈ) قنوج

بقیہ:۔ درس حدیث

اس کے بغیر "تہادوا" کے معنیٰ ادا نہیں ہوتے، اور "تعاطف" کے معنیٰ ہیں ایک دوسرے کی مدد کرنا، جیسے کپڑا موڑ دیا جاتا ہے کہ اس کو مضبوط بنائے، یہی اخوت ہے، جو باہم رحم، محبت اور ایک دوسرے کی اعانت کو اپنے اپنے موقع پر پورا کرتی ہے، تینوں کے الگ الگ مواقع ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ہمہ گیر بھائی چارگی کی تشبیہ مومن کے جسم سے دی ہے، چنانچہ آپؐ نے فرمایا: "المسلمون کرجل واحد اذا اشتکی عینہ اشتکی کلہ" تمام مسلمان ایک آدمی کی طرح ہیں کہ اگر اس کی آنکھ کو تکلیف ہو تو پورے جسم کو تکلیف ہوتی ہے۔ آنکھ جسم کا سب سے نازک حصہ ہے اس میں سب سے زیادہ حساسیت و نزاکت پائی جاتی ہے، کہ اگر آنکھ میں تکلیف ہو تو جسم کے کسی حصہ کو کل نہیں پڑتی، بلکہ جسم کا ہر حصہ بے چین و بے کل ہو جاتا ہے کسی طرح چین نہیں آتا، اسی طرح مومن کے لئے ضروری ہے کہ اس کی بھائی چارگی اپنے خدا واسطے بھائیوں کے لئے عام ہو کہ فکر و روح جسم و قلب ہر اعتبار سے ان کے ساتھ وقت گذارے۔ ان کے حالات معلوم کرے، ان کے آرام کے لئے جاگے، یہ آپ کے پیرایۂ بیان کی خوبی ہے کہ اسی حدیث میں آپ اس معنیٰ کو دہراتے ہیں اور فرماتے ہیں" اذا اشتکی راسہ اشتکی کلہ" اگر اس کے سر میں تکلیف ہوتی ہے تو پورے جسم کو تکلیف ہوتی ہے یہ ایسا پیارا طرز بیان اور تشبیہ ہے کہ اس کی خوبی و گیرائی کو چھوٹا بڑا، بے پڑھا اور پڑھا لکھا، ہر ایک سمجھتا ہے۔

دردِ سر میں سر اور دانتوں دونوں کا درد شامل ہے، جو پورے جسم کو ہلا کے رکھ دیتا ہے۔

ان ساری بلیغ و لطیف ہدایات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس برادرانہ فضا رکھنے والے معاشرہ کو خوف و پابندی کے کٹہرے سے گھیر دیا، آپ نے ان باتوں سے ڈرایا جو اس پاکیزہ معاشرہ کو نقصان پہونچاتی ہیں، آپ نے فرمایا: "ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث ولا تحسسوا ولا تجسسوا ولا تناجشوا ولا تباغضوا ولا تدابروا وکونوا عباد اللہ اخوانا" [1]

کسی کے بارے میں کوئی گمان قائم کر لینے سے بہت بچو کہ گمان بدترین جھوٹ ہے، ٹوہ میں نہ لگو، لوگوں کی عیب جوئی میں نہ پڑو، قیمت نہ بڑھاؤ، باہم ناراضگی کی فضا نہ بناؤ، ایک دوسرے سے بے رخی نہ برتو، اللہ کے بندو تم بھائی بھائی بن کر رہو۔

اس لئے کہ وہ نمائندہ معاشرہ جس کو اسلام فرمان قرآنی "اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ" کے تحت قائم کرنا چاہتا ہے ایسا مثالی معاشرہ ہے، جس کا کیرکٹر اور معیار اخلاق بہت بلند ہے۔ اس میں بدگمانی اور عیب جوئی کا گذر نہیں، اسلامی معاشرہ کا ہر ہر فرد باعزت و معزز تصور کیا جاتا ہے، اس پر کوئی بٹا نہیں لگایا جا سکتا کہ ایک کی عزت سب کی عزت ہے۔ کسی ایک فرد کا عیب معلوم کرنا گویا اپنا عیب معلوم کرنا ہے۔ اسی سلسلہ میں قرآن کریم مسلمانوں کو پوری قوت کے ساتھ یہ پسندیدہ آواز دیتا ہے (یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰی اَنْ یَّکُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْھُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّنْ نِّسَاءٍ عَسٰی اَنْ یَّکُنَّ خَیْرًا مِّنْھُنَّ وَلَا تَلْمِزُوْا اَنْفُسَکُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ)۔ مومنو! کوئی قوم کسی قوم سے تمسخر نہ کرے۔ ممکن ہے کہ وہ لوگ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں سے (تمسخر کریں) ممکن ہے کہ وہ ان سے اچھی ہوں اور اپنے (مومن بھائی) کو عیب نہ لگاؤ۔ اور نہ ایک دوسرے کا برا نام رکھو۔ (سورۂ حجرات۔ ۱۱)

مسلمان کا مسلمان پر یہ حق ہے کہ اس کو وہ ایسے لقب سے نہ پکارے جو اسے ناپسند ہو اور اس کے سبب حقارت کی نظر سے دیکھا جائے، مسلمان کا شعار یہ ہے کہ اپنے بھائی کا دل نہ دکھائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ناموں اور لقبوں کو بدل دیا جو زمانۂ جاہلیت میں رائج تھے، آپ نے اپنی ذکاوت حس اور شریفانہ طبیعت کے سبب ان القاب کو محسوس کر لیا جن کے سبب لوگ حقیر سمجھے جاتے ہیں، یا اس سے ان کی بری صفت معلوم ہوتی ہے۔ بھائی چارگی کے احساس کو ابھارنے بلکہ ایک ذات میں ضم ہو جانے کے بعد پورے مسلمانوں کو ایک جسم قرار دینے کی بلیغ مثال کے بعد مسلمانوں سے مطالبہ کرتی ہے کہ وہ امت کے پورے مجموعہ کو اتفاق و اتحاد میں بالکل ایک جسم کی طرح پیش کریں۔

حدیث کا فقہی پہلو

حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی مسلمان کے لئے یہ جائز و درست نہیں کہ اپنے بھائیوں کی خرید و فروخت کے بعد یہ معاملہ شروع کر دے۔ ایسے ہی جب ایک مسلمان بھاؤ تاؤ کر رہا ہو تو دوسرا بھاؤ تاؤ نہ کرے نہ ہی اگر ایک مسلمان نے کسی عورت سے شادی کا پیغام دیا ہے تو اب دوسرا بھی پیغام دے دے اور نہ یہ درست ہے کہ اگر کوئی مسلمان کسی مباح عمل کا ارتکاب کر چکا ہے تو یہ اس کو سامنے لائے اور بیان کرے۔

موجودہ حالات میں حدیث سے کیا رہنمائی ملتی ہے

حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ باہمی محبت

ہمارا تمہارے اندر اپنے بھائی کی مشکلات کو دور کرنے پر آمادہ کرتی ہے اور تمہیں اس وقت تک چین نہیں آتا جب تک اس کا غم دور نہ ہو جائے اور اس کی پریشانی جاتی نہ رہے، جب تم اس میں کامیاب ہو جاتے ہو تو تمہاری روح منور ہو جاتی ہے اور دل کو راحت نصیب ہوتی ہے۔

۲۔ باہمی رحم کا تقاضا یہ ہے کہ اپنے بھائی کے نفع کے خواہش مند رہو اور جب اس میں کامیاب ہو جاؤ تو ایسی بشاشت و خوشی حاصل ہو جیسے خود کو نفع پہونچنے سے خوشی ہوتی ہے، جب تم اپنے بھائی کو فائدہ پہونچانے کی کوشش میں کامیابی حاصل کر لیتے ہو تو اللہ تعالیٰ سے بہترین اور بہت اجر والی عبادت کا قرب حاصل کرتے ہو۔

۳۔ لطف و مہربانی کا حق یہ ہے کہ مسلمان خوش حالی و پریشانی دونوں حال میں اپنے مسلمان بھائی کو اپنا سہارا سمجھے اور یہ محسوس کرے کہ زندگی کے جھمیلوں میں تنہا اس کی طاقت نہیں کام کر رہی ہے بلکہ تمام مسلمانوں کی طاقت اس کو سہارا دے رہی ہے اور اس کے بازو کو قوت پہونچا رہی ہے۔ حدیث (المومن للمومن کالبنیان یشد بعضہ بعضا) کا یہی مطلب ہے، لہٰذا مخلصانہ بھائی چارگی ایک بڑی نعمت ہے، صرف روحانی نعمت نہیں بلکہ مادی نعمت بھی ہے۔

۴۔ باہم لطف و محبت کی بھائی چارگی مسلمانوں میں باہمی مدد کو ضروری قرار دیتی ہے، عصبیت کی اندھی مدد نہیں بلکہ نیک و صالح مومنین کی مدد جو حق کو پروان چڑھانے اور باطل کو ختم کرنے کے لئے ہوتی ہے۔ ظالم کو دفع کرنے اور مظلوم کو پناہ دینے اور اس کا حق دلانے کے لئے ہوتی ہے۔ یہ درست نہیں کہ کسی مسلمان کو معرکۂ حیات میں تنہا چھوڑ دیا جائے بلکہ ہر حال میں اس کا ساتھ دینا چاہئے اگر غلط راہ پر چل رہا ہے تو اس کو صحیح راہ پر لانا چاہئے۔ اپنی بڑائی دکھا رہا ہے تو اس سے اس کو روکنا۔ اس پر ظلم ہو رہا ہو تو اس سے ظلم کو روکنا سبھی کچھ اس میں شامل ہے۔

تصحیح فرمالیں

۱۰ر جولائی ۱۹۹۷ء کے شمارہ ۱۷ میں صفحہ ۱۹ پر غلطی سے یہ شعر اس طرح لکھ گیا ہے۔

اُنصی الولہ و اُنت تظھرحبہ
ھٰذا لعمری فی الفعال بدیع

جب کہ صحیح اس طرح ہے۔

تعصی الالٰہ وانت تظھرحبہٗ
ھٰذا لعمری فی الفعال بدیعٗ

قارئین کرام تصحیح فرمالیں۔

دعائے مغفرت

سابق مرکزی وزیر الحاج ضیاء الرحمٰن انصاری صاحب مرحوم جو ایک طویل عرصہ تک حکومت ہند میں رہ کر قوم اور ملت کی خدمت میں مصروف رہے، مرحوم بہت دیندار اور علماء سے خاص تعلق و عقیدت رکھتے تھے۔ خصوصاً ندوۃ العلماء اور حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ سے خصوصی ربط تھا۔ دار العلوم ندوۃ العلماء کی مجلس شوریٰ کے رکن بھی تھے۔ ان کی والدہ کا طویل علالت کے بعد بچانوے سال کی عمر میں اناؤ میں انتقال ہو گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مرحومہ کی علالت کا سلسلہ روز افزوں بڑھتا رہا اور ۲۶ر جولائی ۹۷ء کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملیں قارئین تعمیر حیات سے دعائے مغفرت اور ایصال ثواب کی گذارش ہے۔

ایک نئی فکر انگیز کتاب

دین کا متوازن تصور

عبادت اور خلافت کی جامعیت

بقلم ڈاکٹر محسن عثمانی ندوی

مقدمہ کتاب:۔ مولانا سید محمد رابع ندوی مدظلہ مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء

چند اہم عنوانات:

دین اور سیاست کا رشتہ • عبادت اور ریاست کا مجموعہ • خلافت ارضی کا نظریہ جہاد و احتساب • تاریخ میں متوازن تصور دین کے نفاذ کی کوششیں اور احتساب کی مثالیں فہم دین کی راہ کی دشواریاں، دور جدید کی اسلامی تحریکیں اور توازن کی تلاش

قیمت کتاب: ستر روپے۔

ناشر:

قاضی پبلشرز، ۱۳۵ بیسمنٹ نظام الدین ویسٹ نئی دہلی

دار العلوم ندوۃ العلماء کی ایک اہم ضرورت

تکمیل کے لئے اہل خیر حضرات کی توجہ درکار

دار العلوم ندوۃ العلماء میں طلبہ کی تعداد روز بروز بڑھتی جا رہی ہے جب کہ رہائش کی تنگی کے سبب بہت سے طلباء کو واپس کرنا پڑتا ہے، طلبہ کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر مزید اقامت گاہوں کی ضرورت تو ہے ہی بڑھتے ہوئے عملہ کے لئے اولین فرصت میں کوارٹر بنوانے کی شدید و فوری ضرورت ہے جس کے لئے زمین حاصل کر لی گئی ہے لیکن تعمیر رکی ہوئی ہے۔ جو اہل خیر حضرات کی توجہ کی منتظر ہے خاص طور سے مہد سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جس کا قیام دار العلوم میں گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے ہوا ہے، اقامت گاہ اور اسٹاف کوارٹرس کی شدید ضرورت ہے۔

لہٰذا اللہ کے نام پر خرچ کرنے والے بھائیوں سے جن کو اللہ تعالیٰ نے مال کی نعمت سے نوازا ہے ہماری پرزور اپیل ہے کہ اس کام میں دل کھول کر حصہ لیں کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا اجر بے حد و حساب ہے جس کو قرآن مجید میں یوں ادا کیا گیا ہے: مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ط جو لوگ اپنا مال خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کے (مال) کی مثال اس دانے کی سی ہے جس سے سات بالیں اگیں اور ہر ایک بال میں سو سو دانے ہوں اور خدا جس (کے مال) کو چاہتا ہے زیادہ کرتا ہے وہ بڑی کشائش والا ہے۔

ہمیں امید ہے کہ اہل خیر حضرات دل کھول کر حصہ لیں گے۔

(مولانا) معین اللہ ندوی
نائب ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

(مولانا) سید محمد رابع حسنی ندوی
مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

نوٹ:۔ چک، ڈرافٹ، منی آرڈر مندرجہ ذیل پتہ پر روانہ فرمائیں، مرسلہ رقم جس مد کی ہو اس کی صراحت ضروری ہے۔ چک یا ڈرافٹ پر صرف یہ لکھئے:۔
ناظم ندوۃ العلماء، پوسٹ بکس نمبر ۹۳ ندوۃ العلماء لکھنؤ۔ یوپی۔
NAZIM. NADWATUL ULAMA. LUCKNOW. U.P.